سائنس کے فروغ میں مسلمانوں کا حصّہ

CULTIVATION OF SCIENCE BY THE MUSLIMS

تالیف: شیخ التبلیغ شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ

ترجمہ: رضا فاروقی

ناشر: ادارہ تعلیمات اسلامیہ (رجسٹرڈ) - راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

CULTIVATION OF SCIENCE

BY

THE MUSLIMS

کا

اردو ترجمہ

سائنس کے فروغ میں مسلمانوں کا حصہ

مؤلف

حضرت شیخ التبلیغ علامہ عبد العلیم صدیقیؒ

ترجمہ

رضا فاروقی

ناشر

ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ (رجسٹرڈ)

پوسٹ بکس نمبر ۸۶۹

راولپنڈی

نام کتاب ---------- سائنس کے فروغ میں مسلمانوں کا حصہ

مصنف ---------- شیخ التبلیغ شاہ عبد العلیم صدیقیؒ

مترجم ---------- رضا فاروقی

کتابت ---------- افضل منیرؔ

سال اشاعت بار اوّل ---------- ۱۹۸۲ء ، ۱۴۰۳ھ

تعداد ---------- ایک ہزار

قیمت ---------- تین روپے پچاس پیسے صرف۔

پیشِ لفظ

شیخ التبلیغ علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھیؒ کی شخصیت دینی و علمی حلقوں میں یوں تو تعارف کی محتاج نہیں لیکن ناچیز نے ۱۹۸۰ء میں جب اُن کے ایک مضمون "STATUS OF WOMAN IN ISLAM" کو اردو قالب میں ڈھالا تو مجھ پر حضرت کی علمی شخصیت کے نہایت خوشگوار اثرات مرتب ہوئے۔ اور ان کی شخصیت سے کماحقہ تعارف کی دل میں مزید جستجو پیدا ہوئی۔ انہی دنوں ہمارے ایک کرم فرما جناب مرزا ارشاد احمد علیمیؔ (جہلم) نے یہ مضمون سوئے منزل میں پڑھنے کے بعد مجھے حضرت شیخ التبلیغ کی حیات اور کارہائے نمایاں پر اپنی تصنیف ارسال کی۔ اور زیر نظر مقالہ "CULTIVATION OF SCIENCE BY THE MUSLIMS" بھی ترجمہ کے لئے فراہم کیا۔ یہ مقالہ شیخ التبلیغ کی ایک تقریر ہے، جو انہوں نے ۱۹۵۰ء میں جاپان میں کی تھی۔ اور "دی مینارییٹ انٹرنیشنل" نے اس کو تین اقساط میں شائع کیا۔

اِس مضمون کے مطالعے کے دوران یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے حضرتؒ دنیا بھر کے علوم و فنون پر مکمل دسترس رکھتے ہوں۔ علومِ جدیدہ کیمسٹری، فزکس، ریاضی، بیالوجی، فلکیات اور ارضیات جیسے علوم کی اصطلاحات کا آپ نے جس مہارت اور روانی سے استعمال کیا، اس سے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آپ کو ہر مضمون پر مہارتِ تامہ حاصل ہے۔ اور پھر انگریزی زبان میں ایسی نُدرت کہ سننے اور پڑھنے والا محو ہو کے رہ جاتا ہے۔

ترجمہ کرتے وقت اپنی کم مائیگی کا بار بار احساس ہوا۔ مگر میرے دوستوں اور بزرگوں

نے میری بہت زیادہ ہمت افزائی کی۔ اس ضمن میں جناب سیّد ریاض حسین شاہ صاحب، کہنہ مشق صحافی جناب نبی احمد لودھی صاحب، جناب حمید راعی صاحب اور جناب طارق محمود احمد صاحب کا میں خصوصی طور پر ممنون ہوں کہ انہوں نے ہر آڑے وقت میں میری رہنمائی کی۔

ترجمہ کے بعد اس کو سوئے منزل میں چار اقساط میں قارئین کے سامنے پیش کیا گیا، اور بعد میں یکجا کر کے کتابی شکل دینے کا فیصلہ ہوا چنانچہ استادِ محترم جناب پروفیسر رحیم بخش شاہین صاحب نے کمال شفقت سے نظر ثانی کر کے اس کو مستند بنا دیا۔ اور پھر جناب ڈاکٹر سیّد مطلوب حسین صاحب (ایم اے، پی ایچ ڈی) نے اس پر مختصر مگر جامع مقدمہ تحریر کر کے اس مضمون کی افادیت کو چار چاند لگا دیئے۔

میں ان حضرات کا بھی تہہ دل سے شکر گذار ہوں کہ انہوں نے اپنے قیمتی وقت میں سے چند لمحات اس کام کے لیئے وقف کئے۔ اور امید کرتا ہوں، کہ جس جذبہ کے تحت یہ مقالہ لکھا گیا، اور جس جذبہ کے تحت اس کا ترجمہ کیا گیا، قارئین بھی اسی جذبہ کے تحت اس کا مطالعہ کریں گے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

رضا فاروقی

تقریظ

از جناب ڈاکٹر سید مطلوب حسین، ایم اے اسلامیات، ایم اے ہسٹری، پی ایچ ڈی

آج سے ایک صدی قبل زمام اقتدار اہلِ یورپ کے ہاتھ میں تھی۔ اور باقی دنیا خاص طور پر عالم اسلام، براہِ راست یا بالواسطہ کسی نہ کسی یورپی طاقت کے حلقہ، اثر و نفوذ بلکہ زیرِ نگیں تھا۔ نیز یہ کہ جملہ علوم و فنون پر اُن کی اجارہ داری تھی۔ اپنی سیاسی برتری اور علمی تفوق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، مغربی مؤرخین، مصنفین، مفکرین اور دانشوروں نے عام طور پر یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ تمام عالم، علوم و فنون کے مختلف شعبوں میں اُن کا خوشہ چین ہے۔ اسلام سے چونکہ عیسائیت کی تاریخی دشمنی تھی۔ اس لئے مستشرقین کے ایک طائفے نے، جن میں ولیم میور، مارگولیتھ، اسپرنگر، جرجی زیدان وغیرہ سرِ فہرست ہیں، نے اپنا زورِ قلم اس بات پر صرف کیا کہ اسلام ایک عسکری مذہب تھا، اور سوائے کشور کشائی اور ملک گیری کے مسلمانوں نے اور کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ اپنی اسلام دشمنی میں وہ اس حد تک تجاوز کر گئے کہ انہوں نے پیغمبرِ اسلام حضرت محمّد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی تصویر کشی کی کہ اس کی وجہ سے نہ صرف دو الہامی مذاہب کے درمیان مخالفت اور دشمنی کی خلیج مزید وسیع ہوئی بلکہ اقوامِ عالم کے قلوب و اذہان میں بھی اسلام اور داعیٔ اسلام کے خلاف نفرت پیدا ہوئی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اپنے دَورِ عروج میں وُہ اپنے اس گھناؤنے مشن میں خاصے کامیاب بھی رہے۔ کم و بیش اسی دَور میں بعض حقیقت پسند مستشرقین ڈریپر، ایس پی اسکاٹ، کارلائل، ٹی اور منٹگمری واٹ نے اسلام سے مخالفت کے باوجود اپنے پیش رو اور ہمعصر مغربی

مؤرخین کے نظریات کی نفی بھی کی، اور کہیں کہیں دھیمے لہجے میں مسلمانوں کے تاریخی کارناموں کو تسلیم بھی کیا، جس کے نتیجہ میں آج مغرب میں اسلامی عقائد و نظریات پر نظرِ ثانی کی جا رہی ہے۔ اس تحقیق کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اکثر مغربی مفکرین نے ماضی میں مسلمانوں کی علمی اور ثقافتی خدمات کو تسلیم کر لیا ہے، لیکن اس کامیابی کا تمام تر سہرا اہلِ مغرب کے سر نہیں، بلکہ اس میں خاصہ حصہ مسلمانوں کی تحریکِ احیائے علوم کا بھی ہے، جس کے سرخیل جنوبی ایشیاء میں سرسید احمد خان اور ان کے رفقائے کار تھے۔ اس ہراول دستے کے رہروان جب رفتہ رفتہ سرائے فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف کوچ کرنے لگے، تو کاروانِ آزادی اور تحریکِ علمی کو نئے ہمسفر اور نیا خونِ حرارت ملنے میں دیر نہیں لگی۔ نئی نسل میں علمی محاذ پر سب سے زیادہ فعال شخصیت ہمیں مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کی نظر آتی ہے۔ جو بیک وقت بہترین خطیب، ادیب، مبلغ اور معلم تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں یورپ، افریقہ، امریکہ اور ایشیا کے متعدد ممالک کے تبلیغی دورے کئے، اور اُن کے گوشے گوشے میں مساجد، مکتب، کتب خانے، رسائل، ہسپتال، یتیم خانے اور تبلیغی مراکز قائم کئے۔ اور ہزاروں غیر مسلموں کو اسلام کا کلمہ پڑھایا۔

انہوں نے ۱۹۵۰ء میں پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کیا۔ اسی زمانہ میں وہ جاپان گئے، جہاں انہوں نے اورینٹ کلچر سوسائٹی آف ٹوکیو، کے زیرِ اہتمام انگریزی زبان میں ایک زبردست مقالہ بعنوان "CULTIVATION OF SCIENCE BY THE MUSLIMS" پیش کیا، جس میں انہوں نے جامع اور مانع انداز میں مسلمانوں کی علمی کاوشوں اور سائنسی کارناموں کا تاریخی جائزہ پیش کر کے اسلام کے ناقدین کے رویے کا خوبصورتی کے ساتھ رد پیش کیا، اور اُن کے تجاہلِ عارفانہ کی مثبت طریقہ سے قلعی کھولی۔

اس مشن کے پیچھے غیر مسلم دانشوروں کے تین مقاصد تھے۔ ایک یہ کہ وہ علمی میدان میں اپنی بالادستی قائم رکھنا چاہتے تھے، کہ اُن کا علم کسی دوسرے کا مرہونِ منت نہیں۔ دوسرے وہ اپنے عوام کو یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ اسلام نہ کوئی تہذیب ہے، نہ علمی تحریک۔ بلکہ ایک عسکری

مذہب ہے۔ تیسرے مسلم دانشوروں یا کم پڑھے لکھے لوگوں کو ان کے اسلاف کے کارناموں سے روشناس نہیں کرانا چاہتے تھے۔ بلکہ ایک لحاظ سے انہیں اندھیرے میں رکھ کر اسلام سے اُن کی گہری محبت و عقیدت کو کسی حد تک کم کرنا چاہتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اِس آخری مقصد میں بھی وہ خاصے کامیاب ہوئے۔ اور انہوں نے ہی مسلمان دانشوروں میں ایک گروہ پیدا کرکے اسلام کے خلاف وہ کام کیا، جو اُن کے استاد نہ کر سکے۔ آج بھی اسلام کو مسلم مستشرقین کے اس گروہ سے زیادہ خطرہ ہے۔

اس تناظر میں اگر ہم علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی مرحوم کے اِس مقالہ کو دیکھیں تو اِس کی بہت افادیت ہے۔ لیکن ہم مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ ایسے اہم کاموں کی نشر و اشاعت نہیں ہو پاتی۔ جس کی وجہ سے متوقع نتائج حاصل ہونا ممکن نہیں۔ اس لئے ایسی نگارشات کی زیادہ سے زیادہ تشہیر ہونا چاہیئے۔

ہماری نوجوان نسل میں جہاں ایک عنصر اپنے اسلاف کے کارناموں سے بے خبر، دانستہ یا نادانستہ مغربی افکار و نظریات سے متاثر ہو کر بعض جگادھری قسم کے مغرب زدہ مسلم مفکرین کا ساتھ دے رہا ہے۔ تو اُنہیں میں سے ایک بڑا گروہ اسلامی اور پاکستانی ذہن بھی رکھتا ہے۔ اُن کا وجود اِس ملک کے لئے ہی نہیں، بلکہ عالم اسلام کے لئے ایک نعمت ہے۔ رضا فاروقی کا شمار بھی پاکستانی نوجوانوں کی اِس دوسری قبیل سے ہے۔ وہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے فارغ التحصیل ہیں، اور سائنسی علوم پر خاصی دسترس رکھتے ہیں۔ انہوں نے علامہ صاحب کا مضمون اردو ترجمہ کے لئے منتخب کرکے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔

مجھے اس ترجمہ کو دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ اس سے مترجم کی اعلیٰ صلاحیتوں کا پتہ چلتا ہے، جس کا اعتراف نہ کرنا بخل ہوگا۔

ترجمہ ایک لحاظ سے تخلیقی کام سے بھی زیادہ مشکل فن ہے۔ اس کے لئے مترجم کو اُس موضوع پر عبور حاصل ہونا چاہئے۔ پھر یہ کہ اُسے اُس زبان سے بھی کما حقہ واقفیت ہونی چاہیئے، جس میں مقالہ لکھا

گیا ہے۔ نیز جس زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہے، اُس میں مہارت کی ضرورت ہے۔ یہ تمام عناصر اگر موجود ہوں تو ترجمہ یقیناً شاندار ہوگا۔

ان شرائط و کوائف پر اگر ہم فاروقی صاحب کی کوشش کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے، کہ اُن میں یہ تمام صلاحیتیں بدرجۂ اتم موجود ہیں، اور یہی اس ترجمہ کے اعلیٰ معیار کی دلیل ہے۔ ایک اور خوبی، جو اس ترجمہ میں دیکھنے میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ مترجم نے نہایت سادہ زبان استعمال کی ہے۔ جملوں میں تسلسل کو قائم رکھا ہے۔ اور مضمون کی روح کو کسی طرح بھی مجروح نہیں ہونے دیا۔ اس پر طرّہ یہ کہ انہوں نے سائنسی اصطلاحات کا ترجمہ زبان مروجہ میں کیا جسے ہر قاری آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ انگریزی داں قارئین کی سہولت کیلئے اصطلاحات کی انگریزی شکل کو بھی باقی رکھا ہے۔ غرضیکہ ترجمہ کو دیکھ کر یہ گمان نہیں ہوتا کہ یہ کسی دوسری زبان سے اردو کے قالب میں منتقل کیا گیا ہے، بلکہ بنیادی تحقیق معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے رضا فاروقی صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اگر وہ اپنے ذہن و قلم کی ہم آہنگی سے اسی قسم کے شہ پارے تخلیق و ترتیب دیتے رہے تو اردو ادب میں قابلِ قدر اضافہ ہوگا۔ اور اُن کے اسلوبِ نگارش میں نکھار پیدا ہوگا۔

حیاتِ شیخ التبلیغ رحمۃ اللہ علیہ

—— رضا فاروقی

کچھ شخصیات اپنے سنہرے کارناموں کی بدولت زندۂ جاوید ہو جاتی ہیں پھر مخلوقِ خدا ان کے نقوشِ پا سے نہ صرف اپنے دل و دماغ کو جلا بخشتی ہے بلکہ ان کی زندگیوں سے اکتسابِ فیض کر کے مقامِ عظمت حاصل کرتی ہے۔ الشیخ التبلیغ شاہ عبد العلیم صدیقی قادری میرٹھی کا شمار بھی ایسی ہی عظیم ہستیوں میں ہوتا ہے۔ آپ اسلام کے آفاقی اور ہمہ گیر پیغام کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچانے کے لئے ہمہ تن مصروفِ عمل رہے۔ تبلیغ اسلام کی عظیم خدمات اور تحریکِ پاکستان میں اہم کردار نے ان کو مقامِ بلند عطا کیا ہے اور آج ہم ان کی شب و روز کی مساعی جمیلہ اور اندازِ فکر کو سامنے رکھ کر اپنے مستقبل کی راہیں متعین کر سکتے ہیں۔

ولادت و ابتدائی تعلیم و تربیت

سفیرِ اسلام شیخ التبلیغ حضرت علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ بمطابق ۳ اپریل ۱۸۹۲ء کو میرٹھ (یوپی) کے ایک مشہور صدیقی خانوادہ میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں ناظرہ قرآن کریم ختم کرنے کے بعد اردو، فارسی، عربی اور دینیات کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دیا۔ سولہ برس کی عمر میں میرٹھ کے مشہور دینی ادارہ دار العلوم عربیہ قومیہ سے درسِ نظامی کے نصاب سے فراغت حاصل کر کے علوم جدید بالخصوص انگریزی علوم کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے۔ انادہ ہائی سکول سے میٹرک اور ۱۹۱۷ء

میں ڈویژنل کالج میرٹھ سے گریجوایشن کی اور اوّل پوزیشن حاصل کی۔ ان کی روحانی تربیت ان کے والدِ محترم جناب علامہ شاہ عبدالحکیم ؒ، برادرِ حقیقی جناب مولانا احمد مختار صدیقی حضرت سید علی شاہ محدث کچھوچھوی ؒ اور امام اہلسنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی ؒ نے کی۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ؒ کے دستِ حق پرست پر سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ علاوہ ازیں مولانا عبدالباری فرنگی محلی ؒ، حضرت شیخ احمد الشمس ؒ اور لیبیا کے روحانی بزرگ حضرت شیخ السنوسی ؒ سے نہ صرف روحانی فیوض و برکات حاصل کیں بلکہ قرآن و حدیث اور فقہ میں بھی استفادہ کیا۔ ۱۹۱۹ء میں حج بیت اللہ سے واپسی پر اعلیٰ حضرت علیم البرکات ؒ نے خرقۂ خلافت سے نواز کر بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کیلئے روانہ فرمایا۔

تبلیغی سرگرمیاں

حضرت شیخ التبلیغ ؒ نے فرمانِ مرشد کی پاسداری اور دینی حمیت کے جذبے سے مغلوب ہو کر صبح و مسا اپنی تبلیغی سرگرمیاں اطراف عالم میں جاری و ساری کر دیں عرب و عجم، امریکہ و یورپ اور افریقہ و ایشیا کے مختلف ممالک کے عوام آج بھی ان کے تبلیغِ دین کے جذبے پر گواہی پیش کرتے ہیں۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۵۴ء کے پینتیس ۳۵ سالہ عرصہ میں آپ نے بے شمار ممالک میں اسلام کی روشنی کو بکھیرا اور قولاً و فعلاً تبلیغ کر کے تقریباً ایک لاکھ افراد کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا۔ ان میں فلاسفر، ڈاکٹر، وکلاء، سائنسدان اور کثیر دھریے بھی شامل ہیں۔

بورنیو کی شہزادی گلیڈی پامیر، ٹرینی ڈاڈ کی خاتون وزیر میور ہل ڈونا وا، افریقہ کی ریاست مارشیس کے فرانسیسی گورنر مرویٹ نفرنچ اور روسی سائنسدان انٹو نوف

خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

آپ نے مختلف ممالک میں مساجد، ہسپتال، ہوسٹل، کتب خانے، تعلیمی مشینری اور رفاہی اداروں اور مختلف تنظیموں کی بنیاد رکھی۔ جس میں حنفی مسجد کولمبو (جاپان) سلطان مسجد سنگاپور، ناگریہ مسجد جاپان، عربی یونیورسٹی ملایا اور اسلامی کتب خانہ نائیجیریا شامل ہیں۔ آپ نے مصر میں "تنظیم بین المذاہب اسلامی" کے نام سے مختلف مکاتیبِ فکر کے علماء پر مشتمل تنظیم قائم کی۔ سنگاپور میں تنظیم بین المذاہب کا قیام عمل میں لایا گیا جس میں تمام مذاہب کے سکالرز، عیسائی، یہودی، بدھ مت، ہندو مت، سکھ اور مسلمان مل کر لادینیت کی بیخ کنی میں مصروف ہوئے۔ اس مشترکہ کانفرنس کی طرف سے آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے تقدس مآب (HIS EXALTED EMINANCE) کا خطاب دیا گیا۔ جو بلاشبہ عالمِ اسلام میں ایک عالمِ دین کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔ انڈونیشیا میں آپ نے الجمعیۃ المحمدیہ کے نام سے تنظیم قائم کی۔ اس طرح انڈونیشیا میں آپ بھی آپ نے مختلف تنظیمیں اور ادارے قائم کرکے دینِ اسلام کی بڑے موثر انداز میں تبلیغ کی۔

تبلیغِ اسلام کے لیے لٹریچر

مختلف ممالک میں فروغِ اسلام کے لئے لٹریچر کی کمی کو مدِنظر رکھتے ہوئے آپ نے ماہنامہ اور ہفت روزہ رسائل کا اجراء کیا۔ صرف انگریزی زبان میں آپ نے "منار آف اسلام" کولمبو، مسلم نیوز ڈائجسٹ ٹرینی ڈاڈ افریقہ اور مسلم اینول جنوبی افریقہ سے ماہانہ رسائل جاری کئے۔ سنہ ۱۹۳۱-۳۲ء میں گرین تحریک شروع کرکے آپ نے سنگاپور سے رئیل اسلام (REAL ISLAM) کے نام سے ایک ماہنامے کا آغاز کیا۔ سنہ ۱۹۳۶ء میں سنگاپور سے ہی انگریزی اسلامی ماہنامہ "دی جینوئن اسلام"

(THE GENUINE ISLAM) کی اشاعت شروع کی جس سے موجودہ دور میں پہلی دفعہ اسلام کا پیغام ہند چینی کے عوام تک پہنچا۔

تحریر و تقریر

مبلغِ اسلام حضرت شاہ عبد العلیم صدیقی کو تحریر و تقریر پر ملکہ حاصل تھا۔ آپ کے الفاظ دل کی گہرائیوں میں اترتے چلے جاتے اور اس طرح غیر مسلم افراد جوق در جوق حلقۂ اسلام میں چلے آتے۔ انڈونیشیا میں صرف ایک مباحثے میں پانچ ہزار مظاہر پرست دولتِ اسلام سے بہرہ ہوئے۔ ایک لیکچر کے دوران مغربی مفکر، مشہور ادیب اور ڈرامہ نویس جارج برنارڈشا بہت متاثر ہوا۔ اور ۱۹۳۵ء میں ممباسا کے مقام پر آپ سے طویل گفتگو کے بعد اس نے اسلام کی ہمہ گیریت اور حقانیت کا یوں اعتراف کیا کہ "آئندہ سو سال بعد دنیا کا مذہب صرف اسلام ہوگا۔"

حضرت شیخ التبلیغ مسلمانانِ عالم کی مشکلات کو دور کرنے کے لئے بھی ہمہ تن کوشش رہتے تھے۔ دورانِ حج پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے شاہ عبد العزیز بن مسعود کے ساتھ مذاکرات کرکے سعودی عرب سے نہ صرف حجاج پر عائد کردہ ٹیکس معاف کروایا، بلکہ بہت سی دیگر مراعات اور سہولتیں بھی حجاجِ کرام کے لئے منظور کروائیں۔ جس کی تفصیل "البیان" میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے دیباچے میں اخوان المسلمین مصر کے بانی حسن البناء نے آپ کی علمی بصیرت اور مذہبی علمیت کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔

تحریکِ پاکستان میں کردار

شیخ التبلیغ کا شمار تحریکِ پاکستان کے صفِ اول کے رہنماؤں میں بھی ہوتا ہے۔ آپ نے نہ صرف مسلم لیگ کی مختلف سیٹوں پر بھرپور حمایت کی بلکہ قائد اعظم کو قومی اور

ملی امور میں بہترین مشوروں سے بھی نوازا۔ پاکستان کی حمایت اور نظریہ پاکستان کے پرچار کے لئے منعقد ہونے والی برصغیر کے علماء و مشائخ کی کانفرنس (بنارس سنی کانفرنس ۱۹۴۶ء) کے اکابرین میں آپ کا نام نمایاں نظر آتا ہے۔ شیخ التبلیغ نے اندرونِ ملک اور بیرونی ممالک میں ایک علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام کی اہمیت کو آشکار کرنے کے لئے شب و روز محنت کی۔ قائداعظم کی ایماء پر آپ نے مختلف اسلامی ممالک کے دوروں میں پاکستان کی نمائندگی کی۔ اور عوام اور حکومتوں کا تعاون حاصل کیا۔ اس دوران آپ نے مفتی اعظم فلسطین امین الحسنیٰ، مصر کے حسن البناء اور بادشاہ اردن سید عبد اللہ شاہ اور دیگر عرب لیڈروں سے ملاقات کر کے اپنے موقف کو تسلیم کر دایا۔ برطانیہ اور مصر میں کانگریس کے خلاف زبردست محاذ بنایا۔ آپ نے ہی پہلی بار پاکستان کو "قدرتی پاکستان" کے نام سے موسوم کیا۔ ۱۹۴۶ء میں جب آپ بیرونی ملک سے کراچی کی بندرگاہ پہ پہنچے، تو عوام الناس نے آپ کا والہانہ استقبال کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے آپ کو "سفیرِ پاکستان" کا خطاب دیا۔

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد پہلی نمازِ عید کراچی میں آپ نے ہی پڑھائی۔ بابائے قوم محمد علی جناح اور دیگر زعمائے ملت نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ آپ نے خطبہ عید میں اسلامی آئین کی ضرورت اور اہمیت پر روشنی ڈالی اور اس کے عملاً نفاذ پر زور دیا۔ علماء اہلسنت کی ایک کمیٹی نے اسلامی دستور کا ایک واضح خاکہ تیار کیا جس کو حضرت شیخ التبلیغ کی سرکردگی میں ایک وفد نے قائداعظم کے سامنے پیش کی۔ آئین کے مختلف پہلوؤں پر تین گھنٹے کی گفت و شنید کے بعد قائدِاعظم نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو یقین دلایا کہ انشاء اللہ اسمبلی کے منظور کرنے کے بعد یہ آئین نافذ کر دیا جائے گا۔

تصانیف

دنیا بھر میں تبلیغی دوروں کی مصروفیات کے باوجود آپ نے تحریری کام بھی کیا آپ کی انگریزی، اردو اور عربی میں لکھی ہوئی بعض کتب شائع ہو چکی ہیں۔ علاوہ ازیں مختلف زبانوں میں آپ کے بعض لیکچرز بھی مرتب کر کے شائع کئے جا چکے ہیں۔ عربی زبان میں المراۃ القادنیہ جیسی بلند پایہ تصنیف موجود ہیں اس میں مرزائیت کا پول کھولا گیا ہے جس کی اشاعت سے انڈونیشیا میں مرزائیوں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔ ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم (حصہ اول / دوم) احکام رمضان، مرزائی حقیقت کا اظہار، کتاب تصوف اور بہار شباب جیسی اردو تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔ انگریزی میں آپ کی کتب اور لیکچرز جو شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں اسلام کے اصول، سائنس کے فروغ میں مسلمانوں کا حصہ، اسلام کی ابتدائی تعلیمات، اسلام میں عورت کا مقام، حقیقی مسرت کی تلاش اشتراکیت کا مقابلہ کیسے کیا جائے اسلام اشتراکیت کے چیلنج کا جواب دیتا ہے۔ حضرت مولانا صدیقی و جارج برنا ڈشا کا مناظرہ اور تصوفِ اسلام شامل ہیں۔

متاثر ہونے والی اہم شخصیات

قائدِ اعظم محمد علی جناح (بانیٔ پاکستان) سعید امین الحسنی (مفتی اعظم فلسطین) حسن البناؒ (بانی اخوان المسلمین) ایم سروانی (جسٹس آف سیلون) ایم ٹی اکبر (جسٹس سپریم کورٹ آف کولمبو) مولانا محمد علی جوہر، عبدالعزیز بن سعود (بادشاہِ سعودی عرب) سعید عبداللہ شاہ (بادشاہِ اردن) جارج برنا ڈشا۔

وفات

آپ نے بارگاہِ ایزدی میں یوں التجا کی تھی کہ

علیم خستہ جاں تنگ آگیا ہے ، دردِ ہجراں سے
الہٰی کب وہ دن آئے کہ مہمانِ محمدؐ ہو

پھر وہ وقت بھی آپہنچا۔ ۲۲۔ ۳۰ ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ کو آپ اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے۔ اکثر آپ بیرونی ممالک کے دورہ سے واپسی پر روحانی تسکین کے لئے سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ اقدس پر حاضری دیتے تھے اور مدینہ سے تو واپسی کو جی ہی نہ چاہتا تھا۔ اور اکثر زبان پر رہتا تھا ؎

مدینے جاؤں پھر نہ آؤں وہیں پہ رہ جاؤں
درِ حبیب پہ قصہ تمام ہو جائے

یہ دیرینہ خواہش پوری ہوئی اور آپ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

ڈاکٹر احمد فلپائن کی رائے

آج ہمیں برصغیر پاک و ہند کے مشہور مبلغ مولانا عبدالعلیم صدیقی کی طرح دین کی تبلیغ و اشاعت کرنا چاہیئے۔ مولانا نے فلپائن کے جزیروں میں اسلام کی تبلیغ کے لئے مدرسے، لائبریریاں اور مساجد بنوائیں اور ماہنامے اور ہفت روزے جریدے جاری کئے۔ ہمیں اسلام کی جو روشنی ملی ہے۔ انہیں سے ملی ہے۔ ان ہی کی مساعی جمیلہ سے ہم مسلمان ہوئے ہیں۔

(علماء سے خطاب بر موقع جشنِ نزولِ قرآن)

موضوعِ سخن پر گفتگو سے قبل میں اوریینٹ کلچر سوسائٹی آف ٹوکیو (ORIENT CULTURE SOCIETY OF TOKYO) کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جس نے مجھے ایسے منفرد اجتماع سے خطاب کرنے کا موقع فراہم کیا۔

میری تقریر اسلام کے مبلغ یا مسلم مقاصد کے وکیل ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے۔ بلکہ میں دنیا کی اس با صلاحیت اور مردانہ صفت قوم کی عظیم الشان علمی کاوشوں کا تاریخی جائزہ پیش کروں گا، جسے مسلم قوم کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس لئے موضوعِ سخن پر میری گفتگو بالکل غیر جانبدارانہ ہوگی۔

لیکن سب سے پہلے مجھے دو نکات کی وضاحت کی اجازت دیجئے۔ پہلا یہ کہ مسلمان خالصۃً ایک مذہبی تصور ہے۔ اس کا نسلی، لسانی اور جغرافیائی رشتوں سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ ایمان لانے کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے۔ اس کی حیثیت اپنی زندگی اور اپنے مشن میں صرف اور صرف ایک مذہبی فرد کی ہے۔

دوسرا یہ ایک عام تاثر ہے کہ ماضی کے دھندلکوں سے لے کر اب تک مذہب اور سائنس میں تضاد موجود ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے غور کریں تو عجیب محسوس ہوگا کہ مسلمان سائنس کے فروغ میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ کئی صدیوں تک سائنس کے

معلم رہے ہیں۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف شنگھائی (ROYAL ASIATIC SOCIETY OF SHANGHAI) کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ہیں نے واضح کیا تھا کہ سائنس اور مذہب کے باہمی تضاد کا مفروضہ صرف غلط فہمیوں کی بنیاد پر ہے، اور مجھے انتہائی مسرت ہوئی کہ میری اس بات کو غیر معمولی طور پر سراہا گیا۔ بلاشبہ جن لوگوں کے نزدیک مذہب اور سائنس کے مابین تضاد موجود ہے وہ حقیقتاً مذہبی نظریہ کو غلط معانی دیتے ہیں۔ جن تصورات اور نظریات کو وہ مذہب کا نام دیتے ہیں۔ وہ دراصل مذہب نہیں ہے۔ وہ دیو مالائی قصے ہیں اور توہمات کے سوا کچھ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہب بذاتِ خود ایک سائنس ہے۔ جس کے ذریعے روحانی اور اخلاقی اقدار کے میدان میں تحقیق ہوتی ہے، جب کہ طبعی سائنس کا تعلق محض مادی اقدار سے ہے۔ طبعی سائنس اور مذہبی سائنس میں واضح فرق طریقۂ کار میں ہے۔ تاہم استدلال طبعی سائنس کی طرح مذہب کے دائرہ میں بھی کام کرتا ہے

اسلام کو اس کی مقدس کتاب قرآنِ مجید میں فطرت کے مجموعۂ قوانین کی حیثیت سے واضح کیا گیا ہے، جو کہ انسان کا باقی کائنات سے روحانی اور مادی تعلق اور انسان اور قدرت کے افعال کی تنظیم کا مظہر ہے۔ جیسا کہ طبعی سائنس میں ہر دور میں مختلف افراد نے مادی اجسام اور مظاہر فطرت پر تحقیق کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا۔ اسی طرح کچھ افراد ایسے بھی تھے۔ جنہوں نے اپنی زندگی کو مذہبی سائنسی تحقیق کی نذر کیا۔ وہ مذہبی علوم کے دروازے پر دستک دیتے تھے اور پھر حصولِ علم کے بعد دوسروں کو تعلیم دیتے تھے۔ ایسے افراد کو اسلامی اصطلاح میں پیغمبر یا رسول کہتے ہیں۔ پیغمبروں کے دینی علوم کے حصول کے طریق پر اگر میں نے گفتگو شروع کر دی تو موضوع سے بہت دور نکل جاؤں گا۔ اس وقت میں صرف یہی نشان دہی کروں گا۔ کہ پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے افراد کی صف میں سب سے اہم فرد ہیں۔ جنہوں نے دنیا کو جو فلسفۂ حیات عطا کیا۔ اسے مذہب اسلام کا نام دیا گیا ہے۔

اسلام کا بنیادی اصول یا دوسرے لفظوں میں مسلمان کا مطمحِ نظر عرفانِ خالقِ کائنات ہے۔

فلسفیانہ موشگافیاں، حسنِ ترتیب کے اصول اور کائنات کا ڈھانچہ واضح اشارہ کرتا ہے، کہ کائنات کا کوئی خالق ہے۔ اور یہ پوری کائنات اسی کی خلق ہے اور اس کے اوصاف کا مظہر ہے۔ اس اعتقاد کی روشنی میں مسلمان ہر مظہرِ فطرت پر غور و خوض کرتا ہے اور اس حقیقت کو پانے کی تگ و دو کرتا ہے۔ تاکہ وہ حقیقتِ کاملہ تک پہنچ سکے۔ اوصافِ خالق کائنات کا مطالعہ اسے ذاتِ خالق تک پہنچانے میں ممد و معاون ہو سکتا ہے۔ اس طرح ایک مسلمان حقیقت کی تلاش میں طبعی سائنس کا گہری نظر سے مطالعہ کرتا ہے اور اس ظاہری صورت پر ہی نہیں ٹھہر جاتا۔

قرآن مجید میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ (۶۲:۲)

وہی اللہ جس نے مبعوث فرمایا امیوں میں ایک رسول انہیں میں سے جو پڑھ کر سناتا ہے انہیں اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان (کے دلوں) کو اور سکھاتا ہے انہیں کتاب اور حکمت۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن فروغِ علم کیلئے انسانیت کی بیداری ہے۔ اور یہ کہ خدائے بزرگ و برتر نے بنی نوع انسان کے لئے علم کے دروازے کھولنے اور سائنسی تحقیق میں رہنمائی کے لئے نئے اسلوب کی خاطر قرآن مجید نازل کیا۔ قرآن پاک نے صرف عبادات اور مذہبی تقاریب سے متعلق اصول وضع کئے ہیں، بلکہ اس کا وسیع تر مشن اور اہم مقصد زندگی کے ہر شعبے سے متعلق قوانین سکھانا ہے اور انسانیت کے لئے ایک کامل، مثا کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔

اب خود قرآن سے متعلق غیر مسلم افراد کی آراء اور تبصرے ملاحظہ کریں۔ جنہوں نے اس کی

تعلیمات کا ایک سرسری سا جائزہ لیا ہے۔

جانسن (JOHNSON) لکھتا ہے۔

"یہ شاعری نہیں بلکہ یہ شاعری سے بلند چیز ہے۔ یہ تاریخ کی کتاب نہیں اور نہ ہی کوئی سوانح ہے۔ نہ ہی واعظوں کا مجموعہ ہے۔ نہ یہ منطقی دلائل ہیں جو مہاتما بدھ کے سوتروں میں ملتے ہیں۔ اور نہ ہی یہ حکیم افلاطون کے پند و نصائح ہیں۔ جو کہ اس کی تحریروں میں ملتے ہیں یہ پیغمبرانہ چیز ہے۔ جو خالصتاً عربی ہونے کے باوجود عالمگیر ہے۔ اور وقت کے تقاضوں کو اس طرح پورا کرتی ہے کہ ہر زبان اس کو لبیک کہنے پر مجبور ہے۔ اور اسکی گونج محلات اور صحراؤں میں، شہروں اور سلطنتوں میں، دنیا کے فاتحین اپنے سینوں میں موجزن محسوس کرتے ہیں۔ پھر یہی پیغام ایک تعمیری قوت کے طور پر وجود میں آیا۔ اور عیسائی دنیا میں بطور نور پھیل گیا اور جہالت کی ظلمت کو دور کر گیا۔ جب کہ عیسائیت اندھیرے کے سامنے اپنے آپ کو بے بس پا رہی تھی"۔

ایک اور یورپی مفکر ایمانیل ڈوش (EMMANUEL DEUTSCH) رقمطراز ہے کہ

"یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی مدد سے عربوں نے سکندر اعظم سے کہیں بڑی سلطنتیں فتح کیں۔ بلکہ روم جیسی بڑی سلطنت جس کو فتح کرنے میں صدیاں درکار تھیں۔ وہاں عربوں نے بہت ہی مختصر عرصے میں اسلامی مملکت کی بنیاد ڈالی۔ اسی کتاب کی مدد سے وہ یورپ میں حکمران کی حیثیت سے پہنچے تھے۔ مسلمانوں نے یورپ کو انسانیت سے روشناس کرایا۔ اس وقت جب کہ یورپ میں جہالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ انہوں نے یورپ کو علم و عقل کی روشنی فراہم کی۔ فلسفہ، طب، موسیقی، اور ستاروں کا علم سکھایا۔ انہوں نے ابتدائی سائنس کی بنیاد رکھی۔

تفصیلی گفتگو کے لئے خاصا وقت درکار ہے۔ کہ قرآن نے سائنس کے مختلف اہم مسائل

کو کس طرح اپنے منفرد انداز میں واضح کیا ہے۔ اور کس بے مثل طریقہ سے حصولِ علم کی تڑپ اس قوم میں پیدا کی۔ جو جاہل ہونے کے ساتھ تحصیلِ علم کے خلاف تھی۔ بلکہ پڑھنے اور سیکھنے کے فن سے سخت متنفر تھی۔

قرآن مجید میں سائنسی مطالعہ پر زور مذاہبِ عالم میں بالکل منفرد ہے۔ ہمارے اردگرد بکھرے ہوئے گوناگوں مظاہرِ فطرت کی طرف ہماری توجہ بار بار مبذول کرائی جاتی ہے۔ مسلمانوں کو بار بار ترغیب دی جاتی ہے کہ تحصیل علوم سائنس ان کا مذہبی فریضہ ہے۔ جس عظیم سچائی سے قوم بے خبر تھی، اس کا قرآن مجید نے تواتر سے تذکرہ کیا کہ کائنات کی ہر چیز خدمتِ انسانی کے لئے ہے۔ اور اس کو اپنے استعمال کے لئے زیر کرنا ضروری ہے۔ ہیئتِ انسانی اور ان کے افعال، حیوانی ڈھانچہ افعال اور تقسیم حیاتیات، نباتات کی ہیئت، بناوٹ، افعال، درجہ بندی اور تقسیم کا مطالعہ کرنے کی یہ ترغیب دیتا ہے جو کہ دورِ حاضر میں علم حیاتیات (BIOLOGY) کے مسائل ہیں۔

یہ ہمیں مادہ (MATTER) اور توانائی (ENERGY) سے متعلق تمام امور کے مطالعہ کا بھی درس دیتا ہے۔ جو کہ آج کی علم طبیعات (PHYSICS) کا مسئلہ ہے۔ یہ ابتدائی اور مرکب جوہر (SUBSTANCE) کے باہمی اتصال اور ایک دوسرے پر عمل کے اصولوں پر غور و خوض کی دعوت دیتا ہے۔ جو کہ اس دور میں علم کیمیا (CHEMISTRY) کا مسئلہ ہے۔ یہ کرۂ ارضی کی بناوٹ، اس کی معدنی اجزا کی ترکیب، اس کے مختلف طبقات اور ان کے نامیاتی مواد میں ہونے والی مختلف تبدیلیوں وغیرہ کے بارے میں سوچ بچار کا بھی درس دیتا ہے، جو کہ موجودہ زمانے میں علم ارضیات (GEOLOBY) کے مسائل ہیں۔ یہ زمین کی عام کیفیت، اس کی سمندروں، دریاؤں پہاڑوں اور میدانوں وغیرہ کی طبعی اور سیاسی تقسیم کے مطالعہ کی بھی تاکید کرتا ہے، جو کہ اس وقت جغرافیہ (GEOGHRAPHY) کے مسائل ہیں۔ یہ اختلاف لیل و نہار، موسمی تغیر و تبدل، سیاروں کی حرکات اور دیگر آسمانی مظاہر کے محرکات پر بھی غور و فکر کی دعوت دیتا ہے، جو کہ دورِ حاضرہ میں علم ہیئت (ASTRONOMY) کے مسائل ہیں۔ یہ ہواؤں کی گردش، بادلوں کی پیدائش اور بناوٹ، بارش کے نزول اور اس قسم کے دیگر عجائباتِ قدرت کے مطالعہ کی

ترغیب دیتا ہے۔ جو کہ موجودہ زمانہ میں علم حوادث (METEOROLOGY) کے مسائل ہیں۔

اب میں چند آیات قرآنی پیش کرتا ہوں، جن کا تعلق سائنسی علوم سے ہے، اور جو پوری کائنات کو سائنس کے مطالعہ اور تحقیق کا میدان قرار دے کر سائنس کی ہر قابلِ فہم شاخ کے فروغ کے لئے جامع اپیل کرتی ہیں۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ (۲:۱۶۴)

اہلِ خرد کے لئے آسمانوں اور زمین کی ساخت میں رات دن کے باہم ایک دوسرے کے بعد آنے میں، ان کشتیوں میں جو انسان کے نفع کے لئے دریاؤں اور سمندروں میں چلتی ہیں، بارش کے اس پانی میں جسے اللہ اوپر سے برساتا ہے، پھر اس کے ذریعے سے زمین کو زندگی بخشتا ہے اور اپنے انتظام کی بدولت زمین میں ہر قسم کے جاندار مخلوق کو پھیلاتا ہے۔ ہواؤں کی گردش میں اور ان بادلوں میں جو زمین کے تابع فرمان بنا کر رکھے گئے ہیں، بے شمار نشانیاں ہیں۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ (۳:۱۹۰)

بے شک ہوشمندوں کے لئے آسمان و زمین کی پیدائش اور رات دن کے باری باری آنے میں نشانیاں ہیں۔

اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ۔ (۱۰:۶)

رات دن کے باری باری آنے میں اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے، اہل تقوی کے لئے ان میں نشانیاں ہیں۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿﴾ (۵۱ : ۲۰)

یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں نشانیاں ہیں۔

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ. وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ، وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ۔ (۸۸ : ۱۷ تا ۲۰)

کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنایا گیا۔ اور آسمان کو کیسے بلند کیا گیا اور پہاڑوں کو کیسے قائم کیا گیا۔ اور زمین کیسے بچھائی گئی۔

جہاں تک کائنات میں پائی جانے والی زندگی کی مختلف اشکال اور ان کی ساخت کا تعلق ہے، قرآن کریم واضح طور پر بتدریج نشوونما (EVOLUTION) کے اصول بتاتا ہے۔ اللہ کا پہلا وصف جو قرآن مجید کے پہلے پارے میں دیا گیا ہے، وہ رب العلمین ہے۔ یعنی وہ ذات جس نے کائنات کو ایک متواتر عمل سے پیدا کیا۔ اور یہ عمل ابھی تک مختلف اشکال میں ترقی پذیر ہے۔ اب حیاتِ انسانی کے بارے میں قرآن مجید کے خوبصورت سائنس سے متعلق پیرائے سنیئے۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا. وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا۔ (۷۱ : ۱۳، ۱۴)

تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم پرواہ نہیں کرتے اللہ کی عظمت و جلال کی۔ حالانکہ اس نے تمہیں کئی مرحلوں سے گذار کر پیدا کیا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ﴿﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴿﴾ (۲۳ : ۱۲ تا ۱۴)

ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا، پھر ہم نے پانی کی ایک بوند کی شکل میں اس کو ایک محفوظ مستقر میں رکھا۔ پھر ہم نے پانی کی بوند کو ایک جنین کی شکل دی پھر جنین کو گوشت کا ایک لوتھڑا بنایا، پھر لوتھڑے کے اندر ہڈیاں پیدا کیں۔ پھر ہڈیوں کو گوشت کا جامہ پہنایا۔ پھر اسکو بالکل ہی مختلف مخلوق کی شکل میں تشکیل کر دیا۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے، اللہ بہترین پیدا کرنے والا۔

يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّن بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ (۳۹: ۶)

وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔

جہاں تک نسل انسانی کی طبعی بیماریوں کا تعلق ہے، قرآن مجید قدرتی مصنوعات کو اس کا علاج قرار دیتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہتا ہے۔

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ۝ ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ (۱۶: ۶۸، ۶۹)

اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر القا کیا کہ تو پہاڑوں، درختوں اور مکانوں کی چھتوں میں اپنے گھر بنا۔ پھر ہر قسم کے پھل سے رس چوس۔ پھر اپنے رب کی نرم و آسان راہیں چل۔ اس کے پیٹ سے مشروب نکلتا ہے، جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ بیشک اس کے اندر بڑی نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو غور کرتے ہیں۔

اب مجھے پودے کی زندگی کے سائنس سے مطالعہ سے متعلق چند آیات پیش کرنے دیجئے۔ قرآن پاک کے ان الفاظ میں کس قدر ناقابل مزاحمت اپیل موجود ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ

(۶ : ۱۰۰)

اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس سے ہر قسم کی نباتات اگائیں۔ پھر ہم نے اس سے ہرے ہرے کھیت اور درخت پیدا کئے۔ پھر ان سے تہہ بہ تہہ چڑھے ہوئے دانے نکالے۔ اور کھجور کے گابھے سے لٹکتے کھجوروں کے گچھے پیدا کئے۔ اور انگور، زیتون اور انار کے باغات لگائے۔ جو ایک دوسرے سے مشابہ بھی ہیں۔ اور ایک دوسرے سے مختلف بھی۔ پھر ہر ایک کے پھل کو دیکھو، جب وہ پھل لائے اور پکے۔ بے شک ان چیزوں میں اہل ایمان کے لئے نشانیاں ہیں۔

حیوانات کی دنیا بھی قرآن کے نزدیک کوئی کم اہمیت نہیں رکھتی۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ ۝

(۱۶ : ۶۶)

بے شک تمہارے لئے چوپایوں میں بھی بڑا سبق ہے۔ ہم ان کے پیٹوں کے اندر کے گوبر اور خون کے درمیان سے تمہیں دودھ پلاتے ہیں۔ جو پینے والوں کیلئے نہایت خوشگوار ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَاۗبَّةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰٓی اَرْبَعٍ ۭ یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

(۲۴ : ۴۵)

اور اللہ نے ہر جاندار پانی سے بنایا۔ ان میں سے کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے، اور کوئی دو ٹانگوں پر اور کوئی چار ٹانگوں پر۔ اللہ جو کچھ چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے۔

وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قرآنِ مجید معدنیات، اشجار اور حیوانات کے مطالعہ کی طرف ہماری توجہ مسلسل مبذول کرواتا ہے۔ یہ ایسے بنیادی حقائق کی تعلیم دیتا ہے، جو پہلے پوشیدہ تھے اور دورِ حاضر کے سائنسدان بھی ابھی ان سے روشناس نہیں ہوتے۔ بلکہ انہوں نے ایک سرسری سی جھلک دیکھی ہے۔

نزولِ قرآن سے قبل سائنسی افکار نے دنیا کو چار حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔

۱۔ حیوان ناطق :۔ یعنی جنہیں تخصیص جنس، عقل، قوتِ گویائی اور روحانی شعور عطا کیا گیا۔

۲۔ حیوان غیر ناطق :۔ زندگی اور تخصیصِ جنس رکھنے کے باوجود نہ تو انہیں روحانی شعور تھا اور نہ ہی عقل اور قوتِ گویائی کی نعمتوں سے مستفید ہوتے تھے۔

۳۔ نباتات :۔ پودے اگرچہ فنا ہونے کی خاصیت رکھتے تھے، مگر عقل و آگاہی قوت گویائی اور زندگی سے محروم تھے۔

۴۔ باقیماندہ غیر ذی روح اشیاء پر مشتمل، جو بے جان، نشوونما اور فنا ہونے کی خاصیت سے محروم، عقل و آگاہی قوتِ گویائی اور جنسی امتیاز سے نابلد بھی۔

تب قرآن مجید کا نزول ہوا۔ جس نے پورے سائنسی منظر میں بھی انقلاب برپا کر دیا۔ اس نے انکشاف کیا، کہ چھوٹے سے چھوٹا ذرہ اور نازک ترین پتہ بھی اپنی زندگی کے مخصوص انداز میں شعور رکھتا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ زبان کی نعمت صرف انسان کو ہی ودیعت نہیں کی گئی بلکہ حیوان غیر ناطق، اشجار حتیٰ کہ جنہیں غیر ذی روح اشیاء کا نام دیا جاتا ہے، ان کو بھی اس سے نوازا گیا ہے۔ مزید براں انہیں یہ نعمت اس لئے عطا ہوئی ہے، کہ وہ اپنے خالق کے گن گائیں۔ جس کے وجود اور اس سے اپنے تعلقات سے وہ بخوبی آگاہ ہیں۔

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ
اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ۝ (۲۷:۱۶)
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍؕ

اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔ اور اس نے کہا۔ لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔ اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں عطا ہوئی ہیں۔ بیشک یہ اللہ کا نمایاں فضل ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗؕ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ (۲۴:۴۱)

کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں، جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ اور پرندے پر پھیلائے رہتے ہیں ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح سے واقف ہے۔ اور اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ
اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْؕ اِنَّهٗ كَانَ
حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ (۱۷:۴۴)

اس کی پاکی ساتوں آسمان اور زمین اور وہ ساری چیزیں بیان کر رہی ہیں، جو آسمان و زمین میں ہیں، کوئی چیز ایسی نہیں جو اسے سراہتی ہوئی پاکی نہ بولے۔ اور تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ وہ بڑا ہی بردبار اور درگذر کرنے والا ہے۔

قرآنِ مجید نے یہ نظریہ بھی دیا کہ تخصیصِ جنس صرف انسان و حیوان میں ہی نہیں بلکہ یہ نباتات و معدنیات میں بھی موجود ہے۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (۵۱:۴۹)

اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑے بنائے، کہ تم دھیان کرو۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (۳۶ : ۳۶)

پاک ہے وہ ذات جس نے سب جوڑے بنائے۔ ان چیزوں سے جنہیں زمین اگاتی ہے۔ اور خود ان سے اور ان چیزوں سے جن کی انہیں خبر نہیں۔

وَمِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۝ (۱۳ : ۳)

اور زمین میں ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے بنائے اور وہی دن پر رات طاری کرتا ہے۔ بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

قرآن کریم حیوانات کی معاشرتی زندگی کی طرف کتنے شاندار الفاظ میں ہماری توجہ مبذول کرواتا ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ ۝ (۶ : ۳۸)

اور کوئی جانور نہیں جو زمین پر چلتا ہو، اور کوئی پرندہ نہیں جو ہوا میں اپنے دونوں پروں سے اڑتا ہو۔ یہ سب تمہاری طرح ہی امتیں ہیں۔ ہم نے اپنی کتاب میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ پھر یہ سب اپنے پروردگار کی طرف اٹھائے جائیں گے۔

اب علم کیمیا کے بنیادی مسائل، جوہر (SUBSTANCE) کی خاصیتیں اور ان کے باہمی اتصال اور ایک دوسرے پر عمل کے اصولوں کے بارے میں چند آیات پیش کرتا ہوں۔

وَمَا ذَرَاَ لَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّکَّرُوْنَ ۝ (۱۶ : ۱۳)

اور وہ جو زمین میں تمہارے لئے پیدا کیں رنگ برنگ چیزیں۔ بیشک یاد کرنے والوں کے لئے اس میں بڑی نشانی ہے۔

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ
وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ٥ (۲۵:۵۳)

اور وہی ہے، جس نے دو سمندروں کو ملا رکھا ہے۔ ایک لذیذ و شیریں اور دوسرا تلخ و شور
اور دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہے، جو انہیں آپس میں ملنے سے روکتا ہے۔

قرآن مجید میں ارضیات (GEOLOGY)، جغرافیہ (GEOGRAPHY) اور علم حوادث (METEROLOGY) سے متعلق خاصی بحث موجود ہے۔ زمین کے اجزائے ترکیبی اور خصوصیت سے طبقات ارضی، شب و روز اور بارش و برفباری کا عمل، زمین کی میدانی اور پہاڑی علاقوں میں تقسیم، مختلف شکل و صورت کے لوگ، مختلف خطوں کے جانور، اور مختلف نباتات، وغیرہ کو سائنس میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے خوبصورت پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کہتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ فَأَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا
أَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ
سُوْدٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۗ
إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ٥ (۳۵:۲۷،۲۸)

کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا۔ تو ہم نے اس سے رنگ برنگ پھل نکالے، اور پہاڑوں میں سفید و سرخ اور گہرے سیاہ رنگ کے راستے ہیں اور اسی طرح انسانوں، جانوروں اور مویشیوں کے رنگ مختلف ہیں۔ اللہ سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی ڈرتے ہیں۔ بیشک اللہ عزت والا اور بخشنے والا ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى
الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ
فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۗ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ

يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۝ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ (۲۴: ۴۳، ۴۴)

کیا تو نے نہ دیکھا، کہ اللہ تعالیٰ بادل کو نرم نرم چلاتا ہے۔ اور پھر انہیں آپس میں ملاتا ہے
پھر انہیں ایک کثیف ابر بنا دیتا ہے۔ پھر اس میں سے بارش برستی ہے اور پھر آسمان
سے ان پہاڑوں کی بدولت اولے برساتا ہے۔ پھر جس پر چاہے ڈالتا ہے اور جسے چاہے
بچاتا ہے۔ اس کی بجلی کی چمک نگاہ کو خیرہ کئے دیتی ہے
رات دن کا بدلتے رہنے میں نگاہ والوں کے لئے ایک سبق موجود ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝ (۳۰: ۲۲)

اس کی نشانیوں میں سے ہے، آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور تمہاری زبانوں
اور رنگتوں کا اختلاف، بیشک اس میں جاننے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ (۱۶: ۶۵)

اور اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا، تو اس سے زمین کو زندہ کیا اس کے بنجر ہونے کے
کے بعد۔ بیشک اس میں نشانی ہے جو کان رکھتے ہیں۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝
وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝ (۳۶: ۳۳، ۳۴)

اور ان کے لئے ایک نشانی مردہ زمین ہے۔ ہم نے اُسے زندہ کیا ہے۔ اور پھر اس
سے اناج نکالا ہے، تو اس میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور
انگوروں کے باغ بنائے اور اس میں کچھ چشمے بہائے۔

(تاکہ یہ اس کے پھل کھائیں۔ یہ سب کچھ ان کے اپنے ہاتھوں کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے)

آسمانی مناظرِ قدرت خصوصاً اجرامِ فلکی کی اپنے مدار میں تبدیلیاں اور ان کی پیمائش، گردشِ لیل و نہار وغیرہ کے مطالعہ پر بار بار زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن کا فرمان ہے۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ (۱۰:۵)

وہی ہے جس نے سورج کو جگمگاتا بنایا اور چاند کو چمک دمک عطا کی۔ اور اس کے لئے منزلیں ٹھہرائیں کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جانو۔ اللہ نے ان سب کو بامقصد بنایا اور نشانیاں کھول کر پیش کیں علم والوں کے لئے۔

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّیْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ (۶:۹۶)

تاریکی چاک کر کے صبح بنانے والا۔ اسی نے رات کو سکون کا وقت بنایا اور چاند اور سورج کے طلوع و غروب کا حساب مقرر کیا۔ یہ اُسی زبردست قدرت اور علم رکھنے والے کے اندازے ہیں۔

اب یہاں روشنی اور حرارت سے متعلق صرف دو خوبصورت قرآنی پیرائے پیش کئے جاتے ہیں

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا ۙ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا ۝ (۲۵:۴۵)

اے محبوب! کیا تم نے اپنے رب کی اس قدرت کی طرف نگاہ نہیں کی کہ کس طرح وہ سائے کو پھیلا دیتا ہے۔ اگر وہ چاہتا، تو اس کو اسی طرح ساکن چھوڑ دیتا۔ پھر ہم سورج کو اس پر ایک دلیل راہ بناتے ہیں۔ پھر ہم اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔

کاؤنٹ رامفورڈ (COUNT RUMFORD) کے مطابق حرارت (HEAT) توانائی (ENERGY) کی صورت میں میکانکی امور (MECHANICAL WORKS) سے پیدا ہو سکتی ہے۔ قرآنِ مجید نے بہت پہلے بڑے دلنشیں انداز میں اس کی وضاحت کی ہے۔

الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴿۸۰:۳۶﴾

جس نے سرسبز درخت سے آگ پیدا کی۔ تم اسے سلگاتے ہو۔

قرآن کی ایک اور آیت ہوا کے توازن اور دباؤ کے بارے میں واضح اشارہ کرتی ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ﴿۱۹:۶۷﴾

اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے پر پھیلاتے اور سمیٹتے۔ انہیں کوئی نہیں تھام رہا سوائے رحمٰن کے۔ بے شک وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔

مختصر یہ کہ نبیِ محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے سائنس کی تعلیم کے حصول کو مسلمانوں کے فرائض میں شامل کر کے سائنس کی عظمت ان کے قلوب میں جاگزیں کر دی۔ انہوں نے اس تعلیم کو عبادت سے بھی زیادہ اہمیت دی۔ اور اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ جوں جوں خالق کی تخلیق کے بارے میں انسان کا علم بڑھتا ہے، اسے عبادت میں اتنا ہی زیادہ شغف حاصل ہوتا ہے۔ [illegible]
رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے متعلق چند احا[illegible] پیش کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا۔

"رموزِ کائنات [illegible] تفکر و تدبر ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے۔"

"حصولِ علم و حکمت پر ایک گھنٹہ صرف کرنا ایک ہزار رات کی عبادت سے زیادہ افضل ہے۔"

"علماء کی گفتگو سننا اور حکمت (سائنس) کی باتیں دلوں میں جاگزیں کرنا مذہبی اشغال میں مبتلا (مصروف) رہنے سے کہیں بہتر ہے۔"

مسلمانوں نے معلمِ انسانیت کی ان ترغیبات سے متاثر ہو کر فلسفہ اور سائنس کے فروغ

سلم کے عظیم صحابہ کرام کو بھی خطۂ عرب اور اس سے باہر ہر جگہ اسی قسم کے حالات سے نبرد آزما ہونا پڑا۔

یورپ جو کہ اپنی مادی ترقی پر آج اتنا نازاں ہے، اُس وقت توہمات زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ کلیسائی آقاؤں کے تراشیدہ بتوں کے سامنے سربسجود ہونے پر مجبور تھا۔ ان کلیسائی آقاؤں کی تعلیم کا بنیادی اصول ہی بقول ڈاکٹر رابنسن (DR. ROBINSON)۔

"عقلِ انسانی سے ماوراء اور ایک سربستہ راز"

کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لئے دلائل کی کسوٹی پر پرکھنا سعی لاحاصل قرار دیا جاتا تھا۔ اس کو اسلام کی دانشورانہ تحریک نے جھنجوڑ کے رکھ دیا۔ چنانچہ اسلام کی استدلالی قوت سے اِن کی خود ساختہ تعلیمات اور جھوٹے وقار کو زبردست خطرہ لاحق ہو گیا۔ جب اسلام کی استدلالی تحریک اور کلیسا کی من گھڑت تعلیمات میں موافقت نہ ہو سکی، تو پوری دُنیائے عیسائیت متحد ہو کر منطقی ہتھیاروں کی بجائے تیر و تفنگ سے لیس ہو کر اسلامی ثقافت کو نیست و نابود کرنے کے لئے کمر بستہ ہو گئی۔ یہی وجہ تھی کہ فروغِ علم مسلم معاشرہ کا بنیادی رکن ہونے کے باوجود اسلام کے پیروکاروں کو ایک پوری صدی مخالف قوتوں کا زور توڑنے پر صرف کرنا پڑی۔ تاکہ علمی کاوشوں کے لئے ایک محفوظ اور بے خطر ماحول میسر آ سکے۔

حجاز کی مقدس سرزمین سے باہر قدم جمانے کے سب سے پہلے جس اجنبی فکر سے اسلام کو سابقہ پڑا، وہ یونانی فلسفہ و سائنس تھی، جو سرپرستی سے محروم ہونے سبب اعتنائی کا شکار، اور عیسائی پر اپنی تمام تر توجہ مبذول کر دی۔ اپنے دَور کے غیر مہذب اور جاہل عوام کو علم و حکمت کے زیور سے آراستہ کرنا اور ان کی بد اعتقادی اور توہمات کو جڑوں سے پھینکنے کے بعد فہم و فراست کے ہر معیار پر پورا اترنے والا دین پیش کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ چنانچہ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے غیر مہذب بدوؤں کی وحشیانہ مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، جنہیں سالہا سال کی نصیحت اور حکیمانہ جدّ و جہد سے ہی راہِ راست پر لایا جا سکتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ

کلیساؤں کی متشددانہ مخالفت کے سبب نیم مردہ تھی۔ جب کہ مسلمانوں کو ان کے عظیم ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ تھی کہ:-

"علم مومن کی گمشدہ میراث ہے۔ جہاں سے بھی ملے اسے لے لینا چاہیئے۔"

نامور یورپی مؤرخ ڈریپر (DRAPER) اپنی معرکۃ الآرا کتاب "مذہب اور سائنس کا معرکہ" (CONFLICT BETWEEN RELIGION AND SCIENCE) میں مذکورہ حقائق کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کرتا ہے۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال (مبارک) سے ایک صدی سے بھی کم عرصہ میں بڑے بڑے یونانی فلسفہ دانوں کی تصنیفات کا ترجمہ عربی میں کر لیا گیا تھا"

یہ ایک عظیم الشان تحریک کے سورج کی محض افق تابی تھی۔ جب کہ اسلام کی سائنسی فطرت اس وقت بھرپور طور پر جلوہ فگن ہوئی۔ جب بغداد عباسیوں کے زیر نگین آیا، اور ملت اسلامیہ جس نے اُس وقت تک صرف میدانِ حرب میں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھلائے تھے۔ پوری دلجمعی کے ساتھ علمی تحقیق وتجسس میں بیکر بستہ نظر آنے لگی۔ دورِ حاضر کے منفرد مسلم تاریخ دان سید امیر علی اپنی محققانہ تصنیف "روحِ اسلام" (THE SPIRIT OF ISLAM) کے صفحہ نمبر ۳۷۰ پر انتہائی خوبصورت انداز میں رقم طراز ہے۔

"دنیا کی ہر بڑی قوم کا ایک سنہری دور ہوتا ہے۔ رومیوں اور یونانیوں کے عظیم الشان ادوار کے بارے میں تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے۔ اسی طرح عالم اسلام بھی ایک وقت عظمت کی بلندیوں کو چھو رہا تھا۔ متوکل باللہ کے مختصر دورِ حکومت سے قطع نظر ہم انصاف سے کہہ سکتے ہیں کہ منصور کے عہدِ اقتدار سے لے کر معتز باللہ کے انتقال تک کا دور اگر ان سے اعلیٰ شان وشوکت اور زیادہ کر دفر والا نہیں تو ان کے ہم پلہ ضرور ہے۔ پہلے چھ عباسی خلفاء خصوصاً مامون کے زیرِ اقتدار مسلمانوں نے اپنی تہذیب وثقافت

کو خاصی ترقی دی۔ جب یونان اپنے بیش بہا خزانوں سمیت موت کے دروازوں پر دستک دے رہا تھا۔ ایک جانب روم اور دوسری سمت ایران اور بہت فاصلے پر ہندوستان اور چین گہری نیند سو رہے تھے۔ ان حالات میں عرب اپنی غیر معمولی ذہانت اور مرکزی حیثیت کے سبب امتیازی حیثیت سے ابھرے اور پوری انسانیت کے معلم بن گئے۔ ایک دستور اور قومی احساس سے نوازنے والے عظیم پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ترغیبی تعلیمات اور اپنی حکومتوں کی سرپرستی کے تحت عربوں نے مشرق و مغرب سے علوم حاصل کیے۔ ان کو اپنے آقا کی تعلیمات کے مطابق ڈھالا۔ اور سپاہیانہ زندگی سے عالمانہ زندگی کی طرف سفر شروع کر دیا۔"

ہیمبولٹ (HUMBOLDT) کہتا ہے کہ عربوں نے دریائے فرات سے لے کر اسپین اور وسطی افریقہ تک کی اقوام پر اپنا اثر و رسوخ بڑھایا۔ ان کی بے مثال علمی کاوشوں نے تاریخ عالم میں ایک یادگار دور کا اضافہ کیا۔"

اگرچہ علم کی کوئی بھی ایسی شاخ نہیں جس میں مسلمانوں نے اپنی کارکردگی کا مظاہرہ نہ کیا ہو۔ تاہم میں صرف چند اہم علوم کی وضاحت کروں گا۔ اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانو نے نہ صرف سائنس کے میدان میں ترقی کی راہیں کھولی ہیں، بلکہ انہیں بہت سی سائنسی ایجادات کرنے کا بھی فخر حاصل ہے۔

میں نے آغاز میں ہی کہا تھا کہ اسلام کا اصول یہ بھی ہے کہ مکمل تحقیق کے بغیر کسی بات کو تسلیم نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں دیگر مذاہب میں یہ بحث پیش کی جاتی ہے کہ مذہبی امور میں دلائل کو مداخلت کا حق نہیں۔ وہاں مسلمانوں کو یہ اصول دیا گیا ہے کہ بحث و تمحیص کے بعد دلائل کی روشنی میں اپنے ذہن کو اچھی طرح مطمئن کرو۔ تمہارے یقین میں خود بخود پختگی آ جائے گی۔ چنانچہ طبعی امور میں مسلمانوں کے نظریات میں کمزوری کا امکان کیسے ممکن تھا۔ اور تجربات و مشاہدات کے بغیر وہ اپنی آرا کیونکر قائم کر سکتے تھے۔ چنانچہ جب ان کے اذہان اس طرف مائل ہوتے تو نہ صرف انہیں

سائنسی بصیرت ملی، بلکہ وہ سائنس کے میدان میں معلّم بھی بن گئے۔ سائنس کی بنیادی ترقی ابتدائی قواعد کا اجراء تھا۔ جن کے متعلق انہیں قرآن مجید میں تعلیم دی گئی تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو سائنس کبھی بھی اپنی قدیم بنیادوں سے ابھر کر دورِ حاضر کی کارآمد اور مفید صورت اختیار نہ کرتی۔ ایک مشہور مؤرخ کے مطابق ہ

"نظریات کی جگہ عملی سائنس نے لے لی۔ اور قدیم سائنسدانوں کے خام نظریات نے مثبت سائنس کا روپ دھار لیا۔"

بریفالٹ (BRIFFAULT) اپنی کتاب تعمیرِ انسانیت (MAKING OF HUMANITY) کے صفحہ ۱۹۰ تا ۲۰۲ پر یوں رقمطراز ہے۔

"آکسفورڈ میں ان کے پیروکاروں کی وجہ سے راجر بیکن نے عربی اور عربی سائنس کی تعلیم حاصل کی۔ نہ راجر بیکن اور نہ ہی اس کے بعد اس کے پیروکاروں کو تجربات پر مبنی قواعد کے اجراء کا اعزاز حاصل ہے، بلکہ راجر بیکن تو صرف مسیحی یورپ کو دی جانے والی مسلم سائنس اور قواعد کا مبلغ تھا۔ اور اس نے ہمیشہ بلا جھجک یہ بات کہی ہے کہ اس کے معاصرین کے حقیقی علوم تک پہنچنے کے لئے عربی اور عربی سائنس کا راستہ ہے۔ تجربات پر موقوف قواعد کے بارے میں بحث و تمحیص دراصل یورپی تہذیب کے وسیع پیمانے پر غلط بیانی کا ایک حصہ ہے۔ بیکن کے زمانہ میں یہ قواعد دور تک پھیل گئے۔ اور ان کو بڑی سرعت کے ساتھ یورپ میں فروغ حاصل ہوا۔"

"سائنس عرب معاشرہ کی طرف سے موجودہ دور کے لئے ایک بہترین تحفہ ہے۔ اس کے اثرات بعد میں نمودار ہوئے۔ عربوں نے اپنے عہدِ اقتدار میں جو عظیم کارنامے انجام دیئے۔ ان کے اثرات اسپین کی ثقافت ختم ہونے کے بعد نمایاں ہوئے۔ یہ صرف سائنس ہی نہ تھی جس نے یورپ کو نئی زندگی عطا کی، بلکہ اسلامی تہذیب کے گوناگوں اثرات نے یورپی زندگی میں روح پھونکنے کا کام کیا۔"

"اگرچہ یورپی ترقی کا کوئی ایسا پہلو نہیں، جس سے اسلامی تہذیب کے فیصلہ کن اثرات کا سراغ نہ مل سکے۔ اس سے بڑھ کر اس کی صداقت کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ عظیم قوت جس نے دورِ جدید میں اپنی قوت کا لوہا منوایا، اس کی ترقی میں بھی اس کی روح کارفرما ہے۔ اور اس کی کامیابی کے سب سے اہم ذرائع ـــــ قدرتی سائنس اور سائنسی روح ہے۔"

"سائنس نے جو عربی تہذیب سے گہرے اثرات قبول کیے، وہ صرف انقلابی نظریات کی حیرت انگیز دریافتوں پر مشتمل نہیں، بلکہ سائنس مسلم ثقافت کی مرہونِ منت ہے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ قدیم دنیا سائنس کی دنیا نہ تھی۔ علم ہیئت اور علم ریاضی بیرونی درآمد ہونے کے سبب یونانی تہذیب میں رچ بس نہ سکے۔ یونانیوں نے قواعد، اصول، کلیات و نتائج اور نظریات مرتب کیے۔ لیکن تحقیق کے مستقل طریق، مثبت علم کا فروغ، اصول سائنس کی باریکیاں، تفصیلی و دیرپا مشاہدات، تجربات پر مبنی تحقیق کا کام یونانی مزاج کے متضاد تھے۔ صرف یونانی علوم اسکندریہ (HELLENSTIC ALEXANDRIA) میں کچھ امور میں پیش رفت ہوئی۔ یہ کام قدیم روایتی دنیا میں وقوع پذیر ہوا۔ لیکن جسے ہم سائنس کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ تحقیق کی نئی روح، تحقیق کے نئے زاویے، تجربات پر موقوف قواعد، مشاہدات، پیمائش و ریاضی کی ترقی کے ایسے طریق و اسلوب جن سے یونانی واقف نہ تھے، یورپ میں رونما ہوئی۔ یہ انداز اور طریق یورپ میں پھیلانے کا سہرا عربوں کے ہی سر ہے۔"

ڈریپر کی رائے بھی اس سلسلہ میں پیش کرنے کے قابل ہے۔ وہ مذہب اور سائنس کا معرکہ (CONFLICT.........) کے صفحہ ۱۱۲ پر رقمطراز ہے۔

"تجربہ اور مشاہدہ عربوں کے طریق کا لازمی وصف ہے۔ علم ہندسہ (GEOMETRY) اور علوم ریاضی (MATHEMATICAL SCIENCES) میں انکی

نظریں دلائلی قوت پر مرکوز ہیں۔ اور یہ دلچسپ امر ہے کہ علوم حرکت و سکون (MECHANICS) آبی ٹھہراؤ (HYDROSTATICS)، بصارت (OPTICS) کے بارے میں بے شمار تصانیف میں انہوں نے ہر مسئلے کا حل عملی تجربات کے بعد پیش کیا ہے۔ اور انہیں تجربات اور مشاہدات نے انہیں علم کیمیا (CHMISTRY) کا بانی بنادیا۔ جس نے انہیں عملِ کشید (DISTILATION)، عملِ تصعید (SUBLIMATION) پگھلاؤ (FUSION) کا عمل اور عملِ تقطیر (FILITERATION) وغیرہ کے لئے ہر قسم کے آوت کی ایجاد کی طرف رہنمائی کی۔ انہیں علم ہیئت میں زاویہ کی پیمائش، سورج اور ستاروں کی بلندی ناپنے کے آلات (QUADRANTS) اور اصطرلاب (ASTROLABES) وغیرہ کی ایجادات اور علم کیمیا میں ترازو کے استعمال کی ترغیب دی، جس کے نظریے سے وہ پہلے ہی بخوبی واقف تھے۔ کثافت اضافی (SPECIFIC GRAVITY) اور علم ہیئت کے پیمانوں کی ایجاد میں مدد دی۔ جس کو بغداد، سپین اور سمرقند میں بہت عروج حاصل ہوا۔ علم ہندسہ (GEOMETRY) علم مثلث (TRIGNOMETRY) اور علم جبر و مقابلہ (ALGEBRA) کی ایجاد اور علم حساب (ARITHMETIC) میں ہندوستانی گنتی کو اپنانے میں رہنمائی کی۔ —— ان کے نتیجہ خیز عملی طریق کی طرف جھکاؤ سے ایسے نتائج برآمد ہوئے کہ افلاطون کے "خیالی پلاؤ" اپنی موت آپ مرگئے۔

مظاہرِ قدرت اور اس میں عمل انگیز قوانین کے مشاہدہ اور مطالعہ کی قرآن کریم کی بار بار تاکید نے مسلمانوں کو علم طبیعات کی طرف مائل ہونے پر مجبور کیا۔ انہوں نے قدیم ماہرینِ طبیعات کے نظریات سیکھ کر ان میں ضروری تصحیح کی اور پھر اس کی ترقی میں تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ اپنے عروج کے وقت مسلمانوں نے ابنِ سینا، عبدالرحمٰن صوفی، البیرونی، عمر ابن خلدون، یعقوب ابن طارق، مسلم المغربی، ابن ہشام، ابنِ رشد، ابن ھیثم (الہیثم) اور ابن یونس جیسے ہزاروں ماہرین طبیعات پیدا کئے۔ جن میں پنڈولم اور اس کی حرکت سے وقت کے تعین کے موجد بھی شامل ہیں۔ مسلم

علماء طبیعات کی ذہانت کا تصور دینے کے لئے یہاں میں صرف ان میں سے ایک الہیثم کا تذکرہ کرونگا۔
سید امیر علی رقمطراز ہے۔

"ابن الہیثم جو کہ الہیثم کے نام سے عموماً جانا جاتا ہے۔ اور کرۂ فضائی کے انعطاف کے دریافت کے بارے میں مشہور ہے۔ گیارہویں صدی کے آخر میں وہ عروج پر تھا۔ اور ایک منفرد ہیئت داں اور ماہر علم بصارت کی حیثیت سے مانا جاتا تھا۔ وہ اسپین میں پیدا ہوا۔ مگر زیادہ تر مصر میں رہائش پذیر رہا۔ یورپ میں وہ علم بصارت پر کام کی بناء پر مشہور ہے۔ رزنر (RISNER) نے اس کی ایک کتاب کا ترجمہ لاطینی میں کیا ہے۔
آنکھ کی ساخت کے بارے میں اس نے یونانی غلط تصور کی تصحیح کی۔ اور پہلی دفعہ یہ نظریہ دیا کہ آنکھ سے روشنی کی شعاعیں خارج ہونے کی بجائے بیرونی اشیاء سے آنکھ کی طرف آتی ہیں۔ اور پھر باہر کی اشیاء سے ٹکراتی ہیں۔ اس نے آنکھ کے پہلے پردے کو بینائی کا مقام قرار دیا۔ اور ثابت کیا کہ اس پر مرتب ہونے والے اثرات بصری نسوں سے دماغ تک پہنچتے ہیں۔ اس نے منفرد نگاہی (SINGLE VISION) کے طریق پر بھی روشنی ڈالی۔ دو پردوں کے مناسب حصوں پر نظر آنے والا عکس بنا کر اس نے منفرد نگاہی کے قواعد کی وضاحت کی۔ اسی نے دریافت کیا کہ انعطاف نور میں فضائی کثافت کے سبب رد و بدل ہوتا ہے۔ اور فضائی کثافت میں تغیر و تبدل کا تعلق براہ راست بلندی (HEIGHT) کے ساتھ ہے۔ اس نے وضاحت کی کہ انعطاف کے سبب کس طرح چمکتے ہوتے اور نظروں سے اوجھل ستاروں کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اس نے یہ بھی صراحت کی کہ فضائی انعطاف اور روشنی کے رستوں پر ہواؤں کے انعکاس کی وجہ سے شفق وجود میں آتی ہے۔ اپنی کتاب توازن عقل (THE BALANCE WISDOM) میں اس نے علم و حرکت کے اصول پر بحث کی۔ جن کو عموماً دور حاضر کی سائنس کی اجارہ داری سمجھی جاتی ہے۔ فضائی اوزان اور ان کی کثافت کے تعلق اور لطیف و کثیف فضائیں مادی

اشیاء کے آپس میں فرق کے بارے میں اس نے مکمل تشریح کی۔ اس نے روشنی یا بھاری واسطہ میں تیرتے اجسام اور وہ قوت جس سے وہ سطح کی طرف اٹھتے ہیں، ان پر بھی بحث کی۔ وہ کشش ثقل (GRAVITATION) کے اصولوں کو مکمل طور پر سمجھتا ہے۔ اور اس کو ایک قوت کے طور پر تسلیم کرتا ہے۔ وہ گرتے ہوئے اجسام کی رفتار جگہ اور وقت کے تعلقات کے بارے میں صحیح معلومات رکھتا ہے۔

بحوالہ سپرٹ آف دی اسلام۔ صفحہ ۲۷۸، ۲۷۷

مادے کی ساخت کے مطالعہ کی قرآنی ترغیب مسلمانوں کو علم کیمیا کے فروغ کی جانب لے گئی۔ اور اس طرح انہیں علم کیمیا کے بانی کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ یونانیوں اور ان کے پیروکاروں کا علم کیمیا صرف اور صرف اساسی دھاتوں کو سونے (GOLD) میں تبدیل کرنے تک محدود تھا۔ اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان کا طریقہ بذات خود ایک مثبت سائنس تھا لیکن یہ مسلمان ہی تھا، جنہوں نے علم کیمیا کے بنیادی اصولوں کو ترقی دی۔ جن پر علم کیمیا کی تحقیق آگے بڑھائی جا سکتی ہے۔ انہوں نے طبعی ترازو، تقطیر، کشید، پگھلاؤ اور تصعید وغیرہ کے ہر قسم کے آلات ایجاد کئے۔ کچھ بہت اہم کیمیائی مائعات (REAGENTS) گندھک اور شورے کا تیزاب اور الکحل وغیرہ بھی انہی کی دریافت ہے۔ جابر بن حیان، ابوبکر محمد ابن زکریا الرازی اور ابن سینا جیسے بے شمار سائنسدانوں کے کارنامے تاریخ میں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔

کیمیا کے اصل بانی جابر بن حیان کے بارے میں ابن خلکان کی رائے ہے کہ

" اُس نے دو ہزار صفحات پر اپنا کام مرتب کیا۔ جس میں اُس نے اپنے آقا امام جعفر صادق کے پانچ سو مسائل کا جواب تحریر کیا ہے۔ اُس (جابر) کے درج ذیل الفاظ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ کیمیا میں تجربہ پر موقوف کام کی اہمیت مسلمان سائنسدانوں پر بالکل عیاں تھی۔ وہ کہتا ہے کہ " سب سے ضروری امر یہ ہے کہ عملی کام اور تجربات کرنے چاہئیں۔ چونکہ جو عملی کام نہیں کرتا اور نہ ہی تجربات کرتا ہے،

وہ منزلِ مقصود تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔"

اس نے کیمیا پر کام کرنے کے لئے دس اہم اصول مرتب کئے۔

۱۔ کام کرنے والے کو کام کی نوعیت معلوم ہونی چاہیئے۔

۲۔ ہدایات کو بخوبی سمجھ لینا چاہیئے۔

۳۔ ناممکن اور فضول قسم کے امور سے پہلو تہی کرنی ضروری ہے۔

۴۔ وقت اور موسم کا انتخاب بڑی احتیاط سے کیا جائے۔

۵۔ اگر تجربہ گاہ الگ تھلگ مقام پر ہو، تو بہتر ہے۔

۶۔ کیمیا دان کے پاس کچھ قابلِ اعتماد دوست ہونے چاہئیں۔

۷۔ تجربات کے لئے اس کے پاس کافی وقت ہونا چاہیئے۔

۸۔ کام کی لگن اور رازداری۔

۹۔ ثابت قدمی۔

۱۰۔ جلد نتائج حاصل کرنے کی آرزو کے سبب تجربات میں غلطی نہ ہونے دینا۔

ادویات MEDICINES

اسلام نے جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے خصوصی ہدایات دی ہیں۔ اور اس کو مسلمانوں کا مذہبی فریضہ قرار دے کر حفظانِ صحت اور جسمانی نشوونما کے قوانین مرتب کئے ہیں۔ اور غذا کے بارے میں ہدایات دیتے ہوئے قدرتی غذاؤں کو بیماریوں کا علاج قرار دیا ہے۔ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:۔

"کوئی بیماری ایسی نہیں جس کا علاج موجود نہ ہو"

یہی وجہ ہے کہ ادویہ کی سائنس کی دریافت میں مسلمان پیش پیش رہے۔ تعلیم کے اس میدان میں انسانیت ان کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ فنِ دوا سازی کی ابتدا یونانیوں کے ہاتھوں ہوئی اور ادویہ کے

خواص کی ترتیب و تحقیق کا تصور ڈائی سکر (DIOSCORIDES) نے سب سے پہلے دیا لیکن اس فن کو مکمل سائنس بنانے کا سہرا بلا شبہ مسلمانوں کے سر ہے۔ علم تشریح الابدان (ANATOMY) اور علم الافعال (PHYSIOLOGY) کی عیز واضح حالت نے انہی کے ہاتھوں ایک مثبت سائنس کا روپ دھارا۔ کیمیائی دوا سازی بھی ان کی ذہانت پر دلالت کرتی ہے اور ڈسپنسری (شفا خانہ) بھی اسلامی معاشرت کی پیداوار ہے۔ عوامی ہسپتال بھی مسلمان حکمرانوں کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔

مسلم حکومتوں کا اپنی رعایا کی صحت کے بارے میں طرزِ عمل کریمیر (KREMER) اور سیڈیلوٹ (SEDILLOT) کی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے مطابق ان حکومتوں نے بہت بڑی مقدار میں شفاخانے قائم کر رکھے تھے۔ اور ان شفاخانوں میں حکومت کی طرف سے عملہ متعین تھا۔۔۔۔ قیمتوں اور ادویہ کے معیار کو مناسب رکھنے کے لیے کڑی نظر رکھی جاتی تھی۔ حکومت طبیبوں اور دوا سازوں کا باقاعدگی سے معائنہ کرتی تھی۔ اور لائسنس صرف کامیاب ادویہ داروں کو جاری کیے جاتے تھے، اور صرف انہیں ہی پیشہ اپنانے کی اجازت تھی۔

اس موقع پر مسلمان طبی ماہرین اور سرجنوں کی تاریخی کامیابیوں پر تفصیلی بحث کرنا ناممکن ہے۔ ہزاروں مسلمان اطباء نے اس میدان میں اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ ان کی ذہانت کو پوری دنیا میں تسلیم کیا گیا۔ ابوبکر ابن زکریا الرازی، علی ابن عباس، ابن سینا، ابوالقاسم زہراوی، ابو مروان ابن عبدالمالک، ابن زہر، اسپین کے ابنِ رشد، عبداللہ ابن احمد بیطار، ابوالحسن، ابو جعفر ابن محمد وغیرہ ان ممتاز اطباء سرجنوں میں سے ہیں، جن کی علمی کاوشوں نے انہیں تاریخ میں لازوال مقام عطا کر دیا ہے۔ الرازی بغداد، جندے شاہ پور اور رائے کے سرکاری ہسپتالوں کے پرنسپل کی حیثیت سے فائز المرام رہے ہیں۔ اس نے "حواۓ" نامی کتاب بھی لکھی۔

الرازی نے طب پر دو سو سے زائد کتب تحریر کیں۔ جن میں کچھ ۱۵۱۰ء میں وینس میں شائع ہوئیں۔ علی ابن عباسی، الرازی کے پچاس برس بعد اوجِ کمال کو پہنچا۔ اس نے ادویات کے خواص اور ان کے استعمال پر ایک کتاب لکھی جو بیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا ۱۲۲۶ء میں

لاطینی میں ترجمہ ہوا۔ جسے مائیکل کیپلا (MICHEL CAPILLA) نے اسی سال لیونز (LYONS) میں شائع کیا۔

۸۔ ابن سینا اپنے زمانہ میں مسلّمہ فاضل شخصیت تھا۔ جو فلسفی، ریاضی دان، ہیئت دان شاعر اور طبیب تھا۔ جس کی تحریر میں جامعیت اور جس کی ذہانت میں ہمہ گیری تھی۔ اس نے دو براعظموں پر اپنے اثرات چھوڑے ہیں۔ اگر اُسے مشرق کے ارسطو کا خطاب دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

مشرق و مغرب کی یونیورسٹیوں میں کئی صدیوں تک اس کے فلسفیانہ نظریات کی تعلیم دی جاتی رہی۔ مشرق میں وہ شیخ بوعلی سینا کے لقب سے مشہور ہے۔ اُس نے اپنے سیاسی اور فلسفی کام کا آغاز صرف اٹھارہ سال کی عمر میں بخارا میں طبی تعلیم مکمل کر کے کیا۔ اور اپنی مایہ ناز کتاب "قانون اور عروض" تصنیف کی۔ جو بعد ازیں تمام طبی تعلیم کی بنیاد بنی۔ ابوالقاسم زہراوی ممتاز فزیشن و سرجن تھا۔ اُس نے بہت پیچیدہ قسم کے سرجیکل آپریشن کیے۔ عورتوں کے آپریشن سے متعلق اُسی نے بتایا کہ ان میں بہت زیادہ نفاست و نزاکت کے پیش نظر تربیت یافتہ عورتیں ہی خطرہ کم کر سکتی ہیں۔ وہ آپریشن کے لئے اپنے زمانہ میں جو آلات استعمال کرتا رہا، انہی کی مدد سے عربوں میں سرجری نے ترقی کی۔ مثانے کی پتھری کا اپریشن (LITHOTOMY) میں وہ جدید دور کے سرجنوں کے ہم پایہ ہے۔ ابن زہر (AVENZOAR) ایک ممتاز فزیشن تھا۔ وہ افریقہ کے فرمانروا یوسف بن تاشفین کے پاس رہا۔ جو ذہین اطبا کو قدر و منزلت سے نوازتا تھا۔ ابن زہر بھی ابوالقاسم کی طرح ادویات کے استعمال اور جراحت کی طرف راغب تھا۔ اس نے سب سے پہلے گلے اور پھیپھڑوں کی بیماری (BRONCHOTOMY) کی تشخیص کی۔ اس کے علاوہ اُس نے کئی اہم امراض کی نشاندہی کی۔ اور ان کا علاج بھی تجویز کیا۔ اُس کے بیٹے نے بھی باپ کی پیروی کرتے ہوئے یوسف بن تاشفین کی افواج میں چیف فزیشن، سرجن کا مقام حاصل کیا۔ قرآن مجید نے جن جڑی بوٹیوں کو حیوانات کی زندگی کے لئے اہم قرار دیا ہے۔ ابن بیطار نے اُس کی تلاش میں پورے مشرق کا سفر کیا۔ اور ایک جامع مقالہ تحریر کیا۔

سائنس کی دیگر شاخوں کی طرح جدید طب بھی مسلم طب سے ہی ارتقا پذیر ہوئی ہے۔ ڈریپر کے مطابق اٹلی میں سلارنو (SALARNO) کے مقام پر پہلا میڈیکل کالج بھی مسلمانوں نے ہی قائم کیا

علم حیاتیات (BIOLOGY)

فروغ سائنس کے سلسلہ میں قرآنی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے میں نے اگرچہ پہلے مختصراً ذکر کیا ہے۔ تاہم ان سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو نباتات (BOTANY) کے مطالعہ کی کس قدر تلقین کی گئی ہے۔ اب میں علم نباتات میں مسلمانوں کی ابتدائی کاوشوں کا ذکر کروں گا۔

ایک ممتاز مؤرخ کے الفاظ ہیں:

"مسلمانوں نے علم نباتات کی ترقی کے لئے بہت تحقیق کی اور دو ہزار پودوں پر کام کر کے یونانی طب میں شامل کیا۔ بغداد، کارڈوا، قاہرہ اور فیض میں تعلیم کے لئے باقاعدہ باغات تھے۔ جہاں علم نباتات کے ممتاز اساتذہ لیکچر دیتے تھے۔"

علم حیوانات (ZOOLOGY) میں بھی مسلمان سائنسدانوں کی خدمات قابل ذکر ہیں۔ مسلم ماہرین حیوانات میں الدمیری بہت ممتاز ہے۔ اس نے حیوانات کی تاریخ لکھی، جو اس کی وجہ شہرت ہے۔

علم طبقات الارض (ارضیات) و جغرافیہ GEOLOGY AND GEOGRAPHY

زمین کی تشکیل اور اس کی بناوٹ سے متعلق مسائل کے حل اور اس پر زندہ رہنے کے لئے ضروری عوامل کے متعلق مسلمانوں کو غور و خوض کی ترغیب دینے کے قرآنی احکام نے مسلمانوں کو ارضیات اور جغرافیہ کے مطالعہ کے لئے سرگرم کیا۔ مسلم سائنسدانوں نے تشریح الارض (ANOTOMY OF EARTH) کے نام سے ارضیات کو ترقی دی اور اس کے لئے نمایاں کام سرانجام دیا۔ جغرافیائی تحقیق میں بھی ان کا حصہ واضح اور شاندار ہے۔ انہوں نے طبعی بناوٹ، موسمی حالات، موسموں کے تغیر و تبدل اور زمین کے اثرات کے متعلق اہم دور رس نتائج اخذ کئے۔ انہوں نے زمین کی شکل بنائی اور اس کی جسامت کی پیمائش کی۔

ڈریپر کے مطابق :۔

"انہوں نے بحیرہ احمر کے ساحل پر سینار کے میدانی علاقے میں — ایک اصطرلاب کی مدد سے ایک ہی خط نصف النہار کے دو مقامات پر جو ایک دوسرے سے صرف ایک درجہ پر تھے۔ پول کی سطح سمندر سے بلندی معلوم کی۔ انہوں نے معلوم کیا کہ دو مقامات کے درمیان دو ہزار (ایک قدیم پیمانہ، آدھ گز) ہیشمائٹ کیوبٹ (HASHEMITE CUBITS) کا فاصلہ ہوتا ہے۔ اس سے زمین کے محیط کی لمبائی چوبیس ہزار میل کے قریب بنتی ہے، جو اصل محیط کے قریب قریب ہے۔ لیکن چونکہ ایسے آلہ کی مدد سے زمین کے محیط کی درست پیمائش ممکن نہ تھی۔ لہٰذا خلیفہ مامون نے عراق میں کوفہ کے قریب ایک اور تحقیقی مرکز قائم کرنے کا حکم دیا۔ ہیئت دانوں کی دو ٹیمیں سرگرم عمل ہو گئیں۔ انہوں نے ایک مخصوص مقام سے کام کا آغاز کیا، ایک ٹیم نے مشرقی اور دوسری نے مغربی سمت میں ایک درجہ قوس پائی۔ ان کے نتائج کیوبٹس (CUBITS) میں ہیں۔ اگر ان کی کیوبٹس کی پیمائش معلوم ہو، جیسے ایک درجہ کی لمبائی رائل کیوبٹ (ROYAL CUBIT) ایک میل کا ہے۔ ان کی پیمائش سے مامون نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ زمین کی بناوٹ گردی ہے۔"

انہوں نے زمین کے نقشے بنائے اور ڈریپر کے الفاظ میں :۔

"البغدادی نے مساحت سے متعلق ایک جامع کتاب چھوڑی ہے جسے اس موضوع پر اقلیدس (EUCLIDES) کے حتمی کام کی نقل قرار دیا گیا ہے۔"

ارضی پیمائش کے متعلق مسلمانوں کے ابتدائی کام کے بارے میں سید امیر علی اپنی کتاب (SPIRIT OF ISLAM) کے صفحہ ۳۸۲ پر یوں رقمطراز ہے۔

"ارضی پیمائش سے متعلق ان کی تحقیق معمولی نہیں۔ ابن ہیکل، مقریزی، البیرونی، الاشخری سعودی، القمی، الادریسی، قزوینی، ابن لوردی ابوالفدار

کے تحقیقی کام سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے سائنس کے اس شعبہ میں جسے ہم رسم الارض کہتے ہیں۔ کتنا کام کیا ہے۔ اس دور میں جب یورپ میں یہ نظریہ تھا کہ زمین چپٹی ہے۔ اور اس نظریہ کے مخالف فرد کو وہ زندہ جلانے کے لئے تیار ہوتے۔ عربوں نے ایسے وقت میں زمین کے گول ہونے کی تعلیم دی۔"

علم ہیئت (ASTRONOMY)

سورج چاند اور ستاروں سے متعلق قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ یہ کائنات کے خالق و مالک کے مظاہر ہیں۔ قرآن مجید بار بار ستاروں کا ان کے محیط میں گردش اور دن اور رات کے بدل بدل کر آنے کی یاد دلاتا ہے۔ سورج کا طلوع و غروب، چاند کا گھٹنا بڑھنا، اور ستاروں کی حرکت کے متعلق ٹھوس اصولوں کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ بات اطمینان بخش ہے کہ قرآن مجید نے واقعہ معراج پر جو غور و خوض کی دعوت دی۔ اس کو یوں ہی نہیں چھوڑ دیا گیا۔

ستاروں کے روشنی پیما (PHOTOMETRY) کے متعلق عبدالرحمان کوفی کی اصطلاحات قابلِ ذکر ہیں۔ شہزادہ جعفر نے اپنے قیمتی مقالہ میں دمدار ستاروں کی حرکات سے متعلق اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ انکو ہی کی ایجادات صیفی نقطہ انقلاب (۲۱ جون) اور اعتدال خریفی (۲۲ ستمبر) بہت زیادہ قابل قدر اور علم ہیئت سیکھنے والوں کے لئے بہت ممد و معاون ہیں۔ ابوالوفا کا علم ہیئت کی جدول (ASTRONOMICAL TABLE) جسے زیج الشمیل (ZIJ USH SHAMIL) کہتے ہیں۔ جو کہ ایک صنعتی یادگار اور قابلِ دید ہے۔ اس نے علم مثلث (TRIGNOMETRY) اور علم ہیئت میں خط قاطع (SECANT) اور قدر مماس (TANGENT) سے متعارف کرایا۔ یہی نہیں بلکہ ایم سیڈیلیٹ (M. SEDILLAT) کہتا ہے کہ اس نے بطلیموس (POTOLEMY) کی لیونر تھیوری (LUNNAR THEORY) کی نشاندہی کرتے ہوئے قدیم مشاہدات کی تصدیق کی۔ اور وقتی مساوات (EQUATION OF

(CENTRE) اور تیسری غیر یکساں کے اخراج (EVICTION A THIRD INEQUALITY) کا اصول دریافت کیا۔ جو چھ سو سال بعد کی گئی ٹائیکو براہے (TYCHO BRAHE) کی تحقیق کے عین مطابق ہے۔

پنڈولم کے موجد ابن یونس نے پنڈولم کی جنبش (OSCILLATION) سے وقت کی پیمائش کی اور اس کام کی بدولت اس نے بہت شہرت حاصل کی۔ اور اپنے استاد محترم تورج لاکبر الحکیمی کا نام روشن کیا۔ اس کی تحقیق نے بطلیموس کے کام پر پانی پھیر دیا۔ ایران میں عظیم ہیئت دان اور شاعر عمر خیام نے ۱۰۹۲ء میں، یونان میں چریسوکوکس (CHRYSOCOCC) نے علم کلام میں، منگول نسل نصیر الدین طوسی نے اور چین میں ۱۲۶۰ء کو چیوکنگ (CO-CHEOU KING) نے علم ہیئت میں اسی کام کو متعارف کرایا۔ چنانچہ چین کی قدیم تہذیب اوصاف مسلم تہذیب کے سنہری اصولوں سے مستعار لئے گئے ہیں۔ عظیم مفکر البیرونی کا علم ہیئت کے مقالات کی کتاب "القانون المسعودی" علم و تحقیق کا عظیم خزانہ ہے۔ تعلیم کے مختلف میدانوں میں اس کے کام نے تمام اقوام کے علماء سے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ عمر خیام اور عبد الرحمان الخزینی کی سربراہی میں ممتاز سکالروں کے ایک بورڈ نے جو علم ہیئت سے متعلق مشاہدات کئے ان کی مدد سے کیلنڈر کی اصلاح ہوئی۔ جس سے چھ سو سال تک اس کو گریگورین (GREGORIAN) پر برتری حاصل رہی۔ بلکہ بعض ماہرین کے مطابق کیلنڈر اس سے زیادہ درست تھا۔ جس زمانے میں یہ مشاہدات ہوئے یہ امام مالک جیسے عظیم عالم کا عہد تھا۔ الغ بیگ ابن شہنشاہ تیمور اعلیٰ پایہ کا ماہر ہیئت دان تھا۔ اس کے مشاہدات نے اس کے نام کو جاوداں کر دیا ہے۔ الغ بیگ کیپلر (KEPLER) سے صرف ڈیڑھ صدی بعد ہوا۔

اسلامی دنیا کے آسمان پر نامور ہیئت دان حضرات کی ایک کہکشاں چمکتی ہے۔ جن کی زمانہ ساز ایجادات نے انہیں تاریخ میں لازوال مقام عطا کیا ہے۔ علم ہیئت میں بڑے بڑے ستاروں کے عربی نام علم ہیئت کے طالب علموں کو مسلم ماہرین علم و فن کی غیر معمولی ذہانت

یاد دلاتے رہیں گے۔ مسلم ہیئت والوں کی تحقیقات پر تفصیلی روشنی ڈالنا اس وقت ممکن نہیں، صرف مختصر جائزہ ہی ممکن ہے۔

عربوں میں ماشاء اللہ اور احمد النہاوندی علم ہیئت کے بانی متصور ہوتے ہیں۔ اپنے وقت کی مسلمہ شخصیت ماشاء اللہ کے بارے میں ابوالفرج کی رائے ہے کہ اس نے اصطرلاب (ASTROLAB) کرہ فلک (ARMILLARY SPHERE) اور اجرام فلکی (CELESTIAL BODIES) کی حرکات و سکنات کے بارے میں بے شمار مقالات لکھے۔ ان کی اہمیت کی بنا پر آج تک سائنسدان اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ النہاوندی نے اپنے "المستعمل" نامی علم ہیئت کے جدول (TABLE) میں بہت سے ہندو اور یونانی نظریات کی توضیح کی۔ ابن علی، یحییٰ بن منصور اور خالد بن عبدالملک نے اعتدالِ شب و روز، گرہن، دمدار ستارے اور دیگر نظام فلکی کے بارے میں گرانقدر مشاہدات پیش کئے۔ الخوارزمی نے ہندوستانی علم ہیئت کے جدول کی کتاب "سدھانتا" کا ترجمہ کیا۔ اور اپنے مشاہدات بھی اس میں شامل کئے۔ گوناگوں موضوعات پر دو صد کتب تحریر کرنے والے ماہر مجمع العلوم (ENCYCLOPAEDIST) الکندی نے علم ہیئت پر بے شمار رسائل رقم کئے۔

ابو معشر فلکی (جس کو یورپی اقوام نے ابو مزار کہا) نے سماوی مظاہر پر خصوصی تحقیق کی، اور اس کا جدول ہمیشہ علم ہیئت کے حصول کا اہم ذریعہ رہا ہے۔ سورج اور دیگر اجرام فلکی کی حرکات و سکنات، مدار شمس کی عدم استقامت، چاند کا گھٹاؤ بڑھاؤ، لیل و نہار میں کمی بیشی اور نظام شمسی کی گردش کے بارے میں محمد، احمد اور حسن تین بھائیوں کی تحقیقات اور ایجادات مسلم سائنسدانوں کی ذہانت پر شاہد ہیں۔ علم ہیئت اور علم مثلث میں کورڈ (CHORD) کی بجائے سائین (SINE) اور کو سائین (COSINE) کو متعارف کرانے والے البتانی کے علم ہیئت کے جدول کا ترجمہ لاطینی زبان میں ہوا۔ اور یہ بیش قیمت مواد کئی صدیوں تک یورپ میں علم ہیئت کی بنیادوں میں شامل رہا۔ علی ابن امجور اور ابوالحسن علی ابن امجور قمری گنتی کی درجے

بہت مشہور ہیں۔ سید امیر علی رقم طراز ہے۔

"یورپ میں پہلی مشاہدہ گاہ عربوں نے تعمیر کی۔ سویلے (SEVILLE) مینار عظیم ریاضی دان جابر ابن عافیہ نے ۱۱۹۰ء میں مشاہدات آسمانی کے لئے تعمیر کیا۔ یہ ایک بیش قیمت مینار تھا۔ اور موروں کی تباہی کے بعد ہسپانویوں نے اس سے کوئی اور کام نہ دیکھتے ہوئے گرجے کا گھنٹہ گھر بنا دیا۔"

ڈریپر بیان کرتا ہے کہ۔

"عرب ہیئت دانوں نے اپنے آپ کو علم ہیئت کے آلات کی ساخت اور ترقی کے لئے وقف کر دیا۔ ان میں وقت بتانے کے لئے مختلف قسم کی پن گھڑیاں اور دھوپ گھڑیاں شامل ہیں۔ پنڈولم کا استعمال سب سے پہلے انھوں نے کیا۔"

(conflict. Page. 116)

دوربین کی انقلابی ایجاد کا سہرا بھی مسلمانوں کے سر ہے۔ جسکے موجد کا نام ابوالحسن ہے۔ ابو الحسن کے مسلم پیروکاروں نے اس کی مزید اصلاح کی۔ اور قاہرہ کی معائنہ گاہوں میں اسے بڑی کامیابی سے استعمال کیا۔ مجھے امید ہے کہ یہاں استفادی علوم (APPLIED SCIENCES) کا مختصر تذکرہ بے جا نہ ہوگا۔

سائنسی امور کے اثرات کا اندازہ صنعت و حرفت میں ہونے والی ترقی سے لگایا جا سکتا ہے۔ زراعت میں آب پاشی کے بہتر طریقے، کھاد کا ماہرانہ استعمال، مویشیوں کی بہتر نسل کشی، دیہاتی زندگی کے لئے دانشمندانہ اصولوں کی وضاحت چاول کی پنیری (CULTURE) کا تعارف اچھی اور کافی کی دریافت بھی مسلم سائنسدانوں کی تحقیق کا نتیجہ ہے۔

تجارت میں ریشم، کپاس، اون قرطبہ کے دھاگے، مراکو کا چمڑہ اور کاغذ۔ کان کنی، رنگ سازی بہت سے دھاتی عوامل اور بلیڈ بنانے میں سائنس کی تعلیم نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ بحری جہازوں کے قطب نما کی ایجاد، اور جہاز رانی کی راہنمائی کے لئے نقشہ جات بھی اسی سائنسی روح کے رہین منت ہیں۔ جس نے مسلمانوں کو سمندر کا آقا بنا دیا۔

اسلام کا پیدا کردہ انقلاب ایک عظیم انقلاب تھا۔ حصولِ علم کا کوئی بھی ایسا شعبہ نہیں جس میں مسلمانوں نے اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو بلند مقام پر فائز نہ کیا ہو۔ اس وقت یہاں صرف چند علوم پر ہی روشنی ڈالی ہے۔ ورنہ فلسفہ، فن، ادب اور بعض دیگر علوم میں بھی مسلمانوں نے اسی قدر بلکہ بعض میں اس سے بھی بڑھ کر کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔

اختتام سے قبل میں مسلمانوں کی علمی کاوشوں کے کرب ناک پہلو کا تذکرہ بھی ضرور کرونگا۔ طلوعِ اسلام کے ساتھ ہی مسلمانوں کو اطراف میں پھیلی ہوئی غیر مہذب اور نیم وحشی اقوام کی سفاکانہ دشمنی سے پالا پڑا۔ یہاں تک کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کئی دفعہ جنگ کرنا پڑی۔ آجتک مسلمان جارحیت کا نشانہ بنے ہوئے اور ماضی میں ایک لمحہ بھی انہیں ذہنی سکون نصیب نہیں ہوا۔ گذشتہ ادوار میں تو مسلم ریاستیں اپنے وجود کو برقرار رکھنے کی خاطر شمال میں عیسائی ممالک، مغرب میں منگول اور تاتاری اور مشرق میں ہندو اقوام سے مسلسل برسرِپیکار رہی ہیں۔

چونکہ فروغِ علم (سائنس) نے غیر مسلم اقوام کے مذہبی اعتقادات پر ضرب کاری لگائی تھی اور ان کے نظریات دلائل کی روشنی کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ لہٰذا دس صدیوں تک عالم اسلام کے علمی اور مادی ترقی کی شاہراہ پر گامزن رہنے کے بعد باطل قوتیں پوری طرح ان کی راہ میں حائل ہو گئیں اور پھر عالم اسلام پر بدنصیبی کے بادل چھانے شروع ہو گئے۔ یورپی عیسائی اقوام اور منگول لیٹروں نے نہایت سفاکی سے اسلام کے دو عظیم مراکز قرطبہ اور بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ سائنس کی تعلیم کے دشمنوں نے سپین اور بغداد کی مسلم ریاستوں میں مسلم علماء و فضلاء کا خون پانی کی طرح بہا دیا۔ مسلم لائبریریوں، تربیت گاہوں، یونیورسٹیوں اور دیگر ثقافتی مراکز کو نیست و نابود کر دیا۔ بغداد میں منگولوں کے ہاتھوں اسلامی ثقافت کی تباہی کا ایک تصور "سپرٹ آف اسلام" کے مصنف کے الفاظ میں سنئیے۔

"تین دن تک گلیوں خون کے دریا بہتے رہے اور دجلہ کا پانی میلوں تک سرخ ہو گیا۔ ظلم و بربریت کے مظاہرے خونِ مسلم کی ارزانی اور اخلاق سوز حرکات چھ ہفتوں تک جاری رہیں۔

محلات، مساجد اور خانقاہوں کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔ اُن کے گنبدوں کی خاطر انہیں مسمار کیا گیا۔ ہسپتالوں میں مریضوں، کالجوں میں طلباء اور پروفیسرز کو شمشیر زن کیا گیا۔ خانقاہوں میں شیوخ اور متقی اماموں، تربیت گاہوں میں عظیم علماء و فضلاء کے غیر معمولی تحقیقی مواد کو آگ میں جھونک دیا گیا۔ دریائے دجلہ کے قریب لائبریریوں سے کے بیش بہا خزانوں کو دریا برد اور دور کی لائبریریوں کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔ چنانچہ پانچ صدیوں کے جمع شدہ عظیم خزینے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن ہو گئے اور قوم کا عظیم اثاثہ مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا۔"

(صفحہ ۲۰۲)

اسی طرح کے حالات دیگر شہروں میں بھی رونما ہوئے۔ ظلم و بربریت کی اس کاروائی نے نہ صرف مسلمانوں کی ہمتیں پست کر دیں۔ بلکہ اس سے مسلم تاریخ پر بھی دور رس اثرات مرتب ہوئے۔ فوجی شکست نے ان کی اخلاقی قوتیں سلب کر لیں۔ اور ان کی علمی کاوشوں پر مکمل جمود طاری ہو گیا۔ بعد میں وہ اطراف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے محض اپنے وجود کو برقرار رکھنے کی کوشش میں مصروف رہے۔ تاہم جب بھی موقع میسر آیا، وہ علمی اور سائنسی سرگرمیوں میں مشغول ہو گئے۔

بہر حال ترک شہنشاہوں مسلم سلطان اور مراد کے ادوار اور ہندوستان میں سابق حیدرآباد کے روشن ضمیر فرمانروا سلطان العلوم عزت مآب آصف جاہ میر عثمان علی خان کی فرمانروائی میں اس علمی تحریک کو آگے بڑھایا گیا۔ اس وقت "شہزادے علماء تھے اور علماء شہزادے" کی مثال سامنے آتی ہے۔ والئی حیدرآباد کے دیگر بہت سے کارہائے نمایاں میں عثمانیہ یونیورسٹی اور ادارۂ تراجم کا قیام بھی شامل ہے۔ ہندوستانی زبان میں قدیم و جدید علوم کی درس گاہ عثمانیہ یونیورسٹی ہندوستان کی انگریزی ذریعہ تعلیم والی دیگر یونیورسٹیوں میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ پانچویں صدی میں قائم ہونے والی بغداد کی نظامیہ یونیورسٹی کا اس کو جدید نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ جدید و قدیم علوم پر مشتمل تمام اہم کتب کا ہندوستانی زبان میں ترجمہ کی تمام تر ذمہ داری سے "ادارۂ تراجم" پر عائد ہوتی ہے۔ اور اس کا موازنہ خلیفہ مامون رشید اور دیگر فرمانرواؤں کے

ادوار میں قائم ہونے والے اسی قسم کے اداروں سے کیا جا سکتا ہے۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ سقوطِ بغداد و اسپین کے بعد علماء کی علمی کاوشوں پر جمود کی ذمہ داری قوم مسلم پر عائد نہیں ہوتی۔ اور اسلام کے بارے میں یہ تصور کہ یہ اصلاح و ترقی کا مخالف ہے سراسر بے بنیاد ہے۔ اس ضمن میں ایم گوبینو (GOBINEAU) کی تحقیق قابلِ غور ہے۔ وہ رقمطراز ہے۔

"ترکی کی طرح کسی بھی یورپی ملک پر دو سو پچاس برس تک مکمل فوجی اور انتظامی مطلق العنانی کا تصور کیجیے۔ بدلشی غلاموں کے زیرِ تسلط مصر میں انتشار پسندانہ طوائف الملوکی کی طرف نظر دوڑائیے۔ ۱۷۲۲ء کے بعد ایران پر افغانی حملہ، نادر شاہ کی غاصبانہ حکومت اور کاچار شاہی خاندان کو نیست و نابود کرنے والے ظلم و استبداد کی تصویر ذہن میں لائیے۔ . . . . اور پھر ان تمام حالات کو دیگر متعلقہ وجوہات سے ملائیے، تب آپ کو علم ہوگا کہ یورپی ملک ہونے کے باوجود ان پر کیا بیتی۔ اور اس کے بعد مشرقی ممالک تباہی کی داستان سمجھنے کے لئے مزید وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ بہرحال اس سلسلہ میں اسلام کو کسی بھی غیر منصفانہ ذمہ داری کا موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔"

ایک اور ممتاز مصنف پیری لوٹی (PIERRE LOTI) لکھتا ہے کہ:۔

"ہم اہلِ یورپ کا یہ یقین کی حد تک پہنچا ہوا تصور کہ دینِ اسلام اصلاحِ معاشرہ کا بہت بڑا مخالف ہے۔ اور اس نے اقوامِ عالم کی سرگرمیوں پر نہ صرف جمود طاری کیا، بلکہ شاہراہِ ترقی میں بھی روڑے اٹکائے۔ دراصل یہ رویّہ نہ صرف رسولِ عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات سے عدم واقفیت پر دلالت کرتا ہے۔ بلکہ یہ تاریخ کے حقائق کو مسخ کرنے کی بھی کوشش ہے۔ اوائل صدیوں میں اسلام ترقی پسندانہ نظریات لے کر ابھرا۔ اور اس نے بے شمار اقوام کو ترقی کی راہ پر گامزن کر دیا۔ خلفائے راشدین نے

کے ادوار میں اُس نے بنی نوعِ انسان کو جن ترقی کی منازل سے ہمکنار کیا وہ حقائق متذکرہ بالا مفروضوں پر پانی پھیر دیتے ہیں۔ ——— عالم اسلام کے موجودہ تنزل کے ساتھ اس کو منسوب کرنا سب سے بڑی حماقت ہے"۔

اصل میں اسلام مسلم معاشرہ کو ایک علمی معاشرہ بننے کی ترغیب دیتا ہے۔ سائنس کا فروغ اور علمی کاوشیں اس کے بنیادی مقاصد میں شامل ہیں۔ اگر مسلمان اپنے اس مقصدِ عظیم سے ناآشنا ہوتے تو یورپ کے لئے نشاۃِ ثانیہ کا حصول ناممکن تھا۔ اور جدید سائنسی نظام کا سورج کبھی طلوع نہ ہوتا۔ جن اقوام نے یورپ سے علمی استفادہ کیا ہے وہ حقیقتاً۔۔ بالواسطہ مسلم قوم کی تلمیذ ٹھہرتی ہیں۔ پوری انسانیّت اسلام کی ممنونِ احسان ہے جس کا بدلہ وہ کبھی چکا نہیں سکتیں۔ اور نہ ہی ان احساناتِ عظیمہ کو فراموش کیا جا سکتا ہے۔

اختتام سے قبل میں ایک دفعہ پھر عرض کردوں گا کہ مسلم معاشرہ اسلام کو اپنانے کے بعد وجود میں آتا ہے۔ صرف ایمان اور اسلام کے اصولوں پر عمل ہی ایک انسان کو مسلمان بنا سکتا ہے۔ اسلام میں مسلمانوں کا یہ مذہبی فریضہ ہے کہ وہ اطراف میں پھیلی ہوئی کائنات کا بہ نظرِ عمیق مطالعہ کریں۔ تاکہ یہ سائنسی مطالعہ خالقِ حقیقی کی جانب رہنمائی کا موجب بنے۔ اسلام میں سائنسی مشاہدات منزل نہیں ہیں بلکہ اپنی حقیقی منزل ——— زندگی اور روشنی کا ماخذ ایک صرف " اللہ " کے رموز کے حصول کے ذرائع ہیں۔ اور یہی دراصل انسانیّت کی حقیقی منزل ہے۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے کہ:۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

ہم خدا کیلئے ہیں اور اسی طرف لوٹنے والے ہیں۔

٭

ادارہ تعلیمات اسلامیہ کے ترجمان "سوئے منزل" کے بارے میں چند اہم آراء

★ "سوئے منزل" وقت کی آواز ہے۔ احباب کو چاہئے کہ بھرپور تعاون کریں"

حکیم محمد موسیٰ امرتسری بانی مجلس رضا، لاہور

★ "رسالے کا ظاہر و باطن ایک سے ایک دلنواز، ہر مضمون میں دلکشی ہے، یہ حُسنِ انتخاب کی دلیل ہے"۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود۔ پرنسپل گورنمنٹ کالج ٹھٹھہ، (سندھ)

★ "سوئے منزل" کا معیار بہت بلند ہے۔ مضامین ہر لحاظ سے جامع اور دلچسپ ہیں"۔ سید نور محمد قادری، گجرات

★ "آپ کا کام وقت کی ضرورت ہے، عدیم الفرصتی کے باوجود اس مبارک اور بامقصد کام میں تعاون کرونگا"

سید محمد فاروق القادری، گڑھی اختیار خان۔

★ "سوئے منزل" میں آپنے جس مقصد کو پیش نظر رکھا ہے وہ لائق صد تحسین ہے"۔ پروفیسر آفتاب احمد نقوی، سیالکوٹ

★ "سوئے منزل" ظاہری و باطنی محاسن سے آراستہ و پیراستہ ہے" محمد صادق قصوری، برج کلاں، قصور۔

★ "سوئے منزل" ایسے مضامین لئے ہوتے ہے، جو ہر صاحب ذوق کو دعوت شمولیت دیتے ہیں۔ اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے خوب اور قابلِ قدر ہیں"۔

محمد منشا تابش قصوری، ایڈیٹر "ترجمان ڈسکہ" مریدکے، شیخوپورہ
